Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ
التبلیغ
راولپنڈی

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ............25 روپے
سالانہ............300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب و تحریر

صفحہ

اداریہ .... یہ بے اعتدالیاں اور غلو کب تک؟ .... مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۷۰) .... قبلہ متعین کرنے کی حکمت .... // // ۶

درسِ حدیث .... نماز میں خشوع و خضوع کی فضیلت و اہمیت (قسط ۷) ..... // // ۱۰

مقالات و مضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ و اصلاحِ معاملہ

اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ (قسط ۸) .... مفتی محمد امجد حسین ۱۸

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط ۸) .... مفتی محمد رضوان ۲۰

ماہِ رجب: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات و واقعات .... مولانا طارق محمود ۲۵

جانوروں کے حقوق و آداب (قسط ۷) .... مفتی محمد رضوان ۲۸

نفس کی نعمت، اور اس کی اصلاح کی ضرورت (تیسری و آخری قسط) ..... اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب ۳۵

علم کے مینار .... سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۳۴) .... مفتی محمد امجد حسین ۴۳

تذکرۂ اولیاء: .... ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط ۱۵) .... // // ۴۷

پیارے بچو! .... بے وقوف شیر اور عقلمند خرگوش .... مفتی محمد رضوان ۵۰

بزمِ خواتین .... سادگی .... مفتی ابو شعیب ۵۷

آپ کے دینی مسائل کا حل... سجدہ سہو کے سلام کے بعد سنت ہونے کا ثبوت ..... ادارہ ۶۱

کیا آپ جانتے ہیں؟.. ٹی وی کے ذریعے تراویح میں قرآن سُننا (بسلسلہ سوالات و جوابات) .. ترتیب: مولانا محمد ناصر ۸۵

عبرت کدہ .... حضرت یوسف علیہ السلام (قسط ۱) .... ابو جویریہ ۸۷

طب و صحت .... وقت کام اور توانائی .... جناب مسعود احمد برکاتی ۸۹

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب و روز .... مولانا محمد امجد حسین ۹۳

اخبارِ عالم .... قومی و بین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں .... حافظ غلام بلال ۹۴

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

یہ بے اعتدالیاں اور غلو کب تک؟

یہ بات کسی بھی انصاف پسند اور تھوڑا سا علم رکھنے والے مسلمان سے مخفی اور پوشیدہ نہیں کہ دنیا کے تمام موجودہ اور سابقہ مذاہب کے مقابلہ میں دینِ اسلام کی تمام تعلیمات خواہ بڑی سے بڑی ہوں یا چھوٹی سے چھوٹی، اور خواہ عقائد کے شعبہ سے متعلق ہوں یا عبادات و معاملات اور معاشرت و اخلاق کے شعبے سے متعلق ہوں، جن میں سیاست، تعلیم و تبلیغ، اور جہاد و قتال سب ہی داخل ہیں، انتہائی اعتدال کے اصول وقواعد پر مبنی ہیں، اور ان کی نظیر اور مثال دنیا کے کسی بھی مذہب میں ملنا انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اور بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دینِ اسلام کو جن اصول وقواعد کی وجہ سے دوسرے مذاہب پر امتیاز حاصل ہے، ان میں اعتدال کا اصول اگر سرفہرست نہ ہو تو اس کے اہم ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں۔

چنانچہ یہ بات آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں چیلنج کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اور خاص طور پر ہمارے ملک کے مسلمانوں کی بڑی تعداد اسلام کے اس اہم اصول کو نظر انداز کردینے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ طرح طرح کے مسائل و مصائب میں مبتلا ہے، بلکہ اسی کے ساتھ دوسرے مذاہب والوں کو اسلام سے متنفر کرنے اور اسلام کے بارے میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کرنے کا بھی سبب بنی ہوئی ہے۔

جس کے نتیجہ میں طرح طرح کے اندرونی و بیرونی فتنے جنم لے رہے ہیں، اور بے شمار دنیا وآخرت کے فوائد وبرکات سے محرومی مقدر بنی ہوئی ہے۔

بلکہ اب بے اعتدالی کا معاملہ اس حد تک آگے بڑھ گیا اور بگڑ گیا ہے کہ عملی بے اعتدالیوں کا معاملہ تو پیچھے رہ گیا، اور بے اعتدالیوں کا مسئلہ نظریات وعقیدہ کے بگاڑ تک پہنچ گیا ہے۔ اور اسی وجہ سے اب اس ماحول میں اعتدال کی تعلیم بلکہ یاد دہانی کرانے والے پر طرح طرح کے الزامات عائد کئے جانے لگے ہیں، اس کے دین وایمان پر انگلیاں اٹھائی جاتی ہیں، اور اس کے دین سے تعلق ودینداری پر نہ جانے کیا کیا الزامات عائد کئے جانے لگے ہیں۔

جہاں تک اس بے اعتدالی کے اسباب وعوامل پر غور کیا جاتا ہے، تو اس کا بڑا سبب اسلام کی صحیح تعلیمات سے ناواقفیت اور مزید براں اپنے احتساب اور اصلاحِ نفس سے غفلت ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے یہاں جس شخص کا بھی کسی شعبہ سے کچھ رشتہ وتعلق قائم ہوجاتا ہے وہ اس وقت تک چین وسکون سے نہیں بیٹھتا جب تک کہ اس میں بے اعتدالیوں کی انتہا نہ کردے۔ اور ہر قسم کی حدودکو پامال نہ کردے۔

کسی بھی شعبے میں ایسے بہت کم لوگ ڈھونڈے سے ملتے ہیں کہ جو کسی شعبہ سے وابستہ ہونے کے بعد اعتدال کے اصول پر قائم ہوں۔

جو لوگ سیاست سے وابستہ ہیں وہ سارا دین سیاست کو ہی سمجھتے ہیں اور سیاست کے نام پر اسلام کے کسی قاعدہ وقانون کے پابند نظر نہیں آتے، یہاں تک کہ ملکی خزانہ کی لوٹ مار اور اس کے بے دریغ استعمال کو اپنا حق سمجھتے ہیں، بلکہ ملکی خزانہ اور املاک کو اپنی ملکیت اور زر خرید لونڈی تصور کرتے ہیں۔

اور سیاست اور سلطنت کے حصول اور اس کی بقاء اور طوالت کی خاطر جھوٹ بولنے اور دوسرے پر جھوٹے الزام لگانے کو بھی گناہ نہیں سمجھتے، وغیرہ وغیرہ۔

جو لوگ تبلیغ سے وابستہ ہیں ان میں بھی اعتدال کے اصولوں پر قائم رہنے والوں کی کمی محسوس ہوتی ہے، ایسے لوگ بھی بکثرت دیکھے گئے ہیں، جو تبلیغ کی خاطر بہت سے گناہوں کو روا سمجھنے لگتے ہیں، اور تبلیغ کی خاطر، وعدہ خلافی، کسی کی حق تلفی کو بھی عیب نہیں سمجھتے، اور تبلیغی کوائف کو پورا کرنے کی صورت میں اپنے آپ کو دین کے دوسرے اہم کاموں سے مستغنی اور بے نیاز سمجھنے لگتے ہیں، اور اس کے مقابلہ میں اور دین کے دوسرے اہم شعبوں سے وابستہ خدام کی قیمتی خدمات کو بھی کوئی وقعت واہمیت دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے، جبکہ بعض حضرات علی الاطلاق اور علی العموم سب مسلمانوں کے لئے مخصوص طرز کی تبلیغ سے وابستہ ہونے کو فرضِ عین قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح جہاد کے شعبہ سے وابستہ بعض حضرات اور خاص کر جذباتی نوجوان مخصوص طرز وطریقہ کے مطابق قتال کرنا سب سے بڑی عبادت سمجھتے ہیں، اور وہ اس عبادت کی انجام دہی کے لئے نہ یہ سوچنے کیلئے تیار ہوتے کہ ہمارے ہدف مسلمان ہیں، یا کافر؟ اور ہمارے طرزِ عمل سے جہاد وقتال کے مقاصد وفوائد بھی حاصل ہورہے ہیں، یانہیں؟ اور شریعت نے اس عبادت کی انجام دہی کیلئے کیا کیا قاعدے اور

اصول مقرر کئے ہیں؟

اسی طرح بعض جذباتی لوگوں کے نزدیک مخصوص عقائد ونظریات رکھنے والے لوگوں کو کسی نہ کسی طرح قتل کردینا ہی سب سے بڑی عبادت ہے، اوراس کی خاطر وہ کسی قاعدہ وقانون کے پابند نظر نہیں آتے۔

اسی طرح مسلمانوں میں ایک طبقہ وہ بھی ہے جو بلا تحقیق وتفتیش کسی کو کافر ومرتد قرار دینے سے دریغ نہیں کرتا، اور فقہائے کرام کی بیان کردہ تاویلات کو بھی کوئی اہمیت نہیں دیتا، اور مزید براں کسی کافر ومرتد کے واجب القتل ہونے کے حقیقی مفہوم اوراس کے قیود وشرائط سے بھی واقفیت نہیں رکھتا۔

اس قسم کے اور بھی بے انتہاء منفی اور جذباتی رجحانات پائے جاتے ہیں، اوران کے (دینوی واخروی) نتائجِ بد بھی اتنے ہیں کہ جو احاطۂ شمار سے باہر ہیں۔ بلکہ اس کے نتیجہ میں پورا ملکی نظام تباہی کے دہانے پر ہے۔

اوراسی قسم کے منفی وجذباتی رجحانات کے نتیجہ میں بے شمار تنظیمیں وتحریکیں وجود میں آتی ہیں، اور ایک دوسرے کے مدمقابل ہوکر اس طرح اپنا کام کرتی ہیں، کہ جس کی وجہ سے آپس میں رسہ کشی بلکہ ایک دوسرے کی کردار کشی بھی ایک طرح سے اس تحریک کا شعار بن کر رہ جاتی ہے۔

اور دین کے وہ شعبے جو ایک دوسرے کے معاون ورفیق تھے، وہ اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے معاند ومقابل اور فریق محسوس ہونے لگتے ہیں۔

جہاں تک غور کرنے سے معلوم ہوا، اس قسم کی ذہنیت کوئی ایک آدھ دن کی پیداوار نہیں، بلکہ مدتِ دراز سے مادر پدر آزاد تحریکیں اٹھتے رہنے اوران کا احتساب اوراصلاح کی کوششیں نہ ہونے سے نوبت بایں جارسید۔

دوسری طرف نوجوان غیر تربیت یافتہ اسٹیجی مقرروں اور مقتداؤں نے بھی منفی رجحانات اور جذباتی سوچوں کو ہوا دینے بلکہ ترقی دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ معلوم نہیں کہ یہ بے اعتدالیاں اور غلو کب تک جاری رہیں گی۔

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ جو شخص جس شعبے سے بھی وابستہ اور منسلک ہے اس سلسلہ میں نیک نیتی، خلوص اور ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ شریعت مطہرہ کی معقول اور پاکیزہ تعلیمات کو ملاحظہ کرے، اہلِ علم اکابر فقہاء کی ہدایات سے استفادہ کرے، اور اپنے منفی رجحانات اور جذباتی سوچ وفکر کی اصلاح کیلئے تزکیۂ نفس کے مستند ماہر مشائخ عظام سے وابستہ ہوکر اپنی تربیت واحتساب کے عمل کو فروغ دے۔

تاکہ اعتدال کے قواعد واصول کی برکات وانوارات سے دنیا وآخرت میں مستفید ہوکر فلاحِ دارین حاصل ہو۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۷۰ آیت ۱۱۵) مفتی محمد رضوان

قبلہ متعین کرنے کی حکمت

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ. اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۱۱۵)

اور مشرق ومغرب سب اللہ ہی کی ہیں، لہٰذا جس طرف بھی تم رُخ کرو گے، تو وہیں اللہ کا رخ ہے، بے شک اللہ بہت وسعت والا اور بڑا علم رکھنے والا ہے (۱۱۵)

تفسیر وتشریح

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے، جہاں کہ پہلے سے کثرت سے یہودی آباد تھے، تو اللہ عزوجل نے اپنی خاص حکمت کے تحت ایک مختصر عرصے کے لیے مسلمانوں کو بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم فرمایا، جس سے یہودی خوش ہوئے۔ مگر اس عرصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیتُ اللہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کی تمنا رکھتے تھے۔

پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے بیتُ اللہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم فرمادیا (جس کا ذکر آگے آتا ہے) اس پر یہودیوں کو اعتراض ہوا، اور انہوں نے کہا کہ ان کو پہلے قبلے سے کس چیز نے ہٹادیا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر یہ آیت نازل ہوئی ''قل لله المشرق والمغرب''

اس سے ایک طرف تو مؤمنوں کے ایمان ویقین کا امتحان ہوگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں، انہیں جس وقت، جس طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، انہوں نے بلاچون وچرا تعمیل کی، اور دوسری یہودیوں کے دل کی کھوٹ واضح ہوگئی کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم میں شکوک وشبہات ہیں۔ [1]

نیز قبلہ کو ایک عرصہ کے لئے بدلنے میں یہ حکمت بھی تھی کہ وہ بذاتِ خود کسی در ودیوار کی پوجا نہیں کرتے۔

---

[1] قال أبو جعفر :حدثنا بكر بن سهل ، قال :حدثنا أبو صالح ، قال :حدثني معاوية بن صالح ، عن علي بن أبي طلحة ، عن ابن عباس ، قال : فكان أول ما نسخ الله جل وعز من القرآن القبلة وذلک أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما هاجر إلى المدينة وكان أكثر أهلها اليهود أمره الله جل وعز أن يستقبل بيت المقدس ففرحت اليهود بذلک فاستقبلها رسول الله صلى الله عليه وسلم بضعة عشر شهرا فكان رسول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکے سے مدینہ کی طرف اپنی سواری پر بیٹھ کر تشریف لارہے تھے،اورجس طرف اُن کی سواری کا رُخ تھا،اُسی طرف رُخ کرکے رکوع وسجدے کے اشارے سے نفل نماز پڑھ رہے تھے،اورسجدہ کا اشارہ رکوع سے زیادہ جھک کرکررہے تھے،اوراسی سلسلے میں یہ آیت''فَأَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ'' نازل ہوئی تھی۔ لے

جس سے معلوم ہوا کہ سفر میں کوئی شخص کسی سواری مثلاً اونٹ،گھوڑے وغیرہ پرسوار ہو،تواس کے لئے قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں،جس طرف اس کی سواری چل رہی ہے،اسی طرف رخ کرلینا کافی ہے۔ ۲ے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله صلى الله عليه وسلم يحب قبلة إبراهيم صلى الله عليه وسلم فكان يدعو الله جل وعز وينظر إلى السماء فأنزل الله جل وعز (قد نرى تقلب وجهک فى السماء) إلى قوله جل وعز (فولوا وجوهكم شطره) يعنى نحوه فارتاب من ذلک اليهود وقالوا :(ما ولاهم عن قبلتهم التى كانوا عليها) فأنزل الله جل وعز (قل لله المشرق والمغرب) وقال (فأينما تولوا فثم وجه الله) وقال الله جل وعز (وما جعلنا القبلة التى كنت عليها إلا لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب على عقبيه) قال ابن عباس :ليتميز أهل اليقين من أهل الشک والريبة قال أبو جعفر :فهذا يسهل فى حفظ نسخ هذه الآية ونذكر ما فيها من الإطالة كما شرطنا (الناسخ والمنسوخ لأحمد بن محمد بن إسماعيل المرادى المصرى، أبو جعفر النحاس، باب السور التى فيها الناسخ والمنسوخ) والذى يطعن فى إسناده يقول :ابن أبى طلحة لم يسمع من ابن عباس وإنما أخذ التفسير عن مجاهد وعكرمة وهذا القول لا يوجب طعنا ؛ لأنه أخذه عن رجلين ثقتين وهو فى نفسه ثقة صدوق(الناسخ والمنسوخ للنحاس)

لے عن ابن عمر كَانَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -يُصَلِّى وَهُوَ مُقْبِلٌ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ -قَالَ -وَفِيهِ نَزَلَتْ (فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ) (مسلم، حديث نمبر ۱۶۴۶ ، واللفظ لهٗ؛ نسائى، حديث نمبر ۴۹۰)

كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى عَلَى رَاحِلَتِهِ تَطَوُّعًا أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ وَهُوَ جَاءٍ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ ثُمَّ قَرَأَ ابْنُ عُمَرَ هَذِهِ الْآيَةَ (وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ) الْآيَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَفِى هَذَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ (ترمذى، حديث نمبر ۲۹۵۸)

إنما نزلت هذه الآية :(فأينما تولوا فثم وجه الله) أن تصلى أينما توجهت بک راحلتک فى السفر كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رجع من مكة يصلى على راحلته تطوعا ، يومء برأسه نحو المدينة (ابنِ خزيمة، حديث نمبر ۱۲۰۴)

۲ے عن أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -كَانَ إِذَا سَافَرَ فَأَرَادَ أَنْ يَتَطَوَّعَ اسْتَقْبَلَ بِنَاقَتِهِ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ ثُمَّ صَلَّى حَيْثُ وَجَّهَهُ رِكَابُهُ (ابوداؤد، حديث نمبر ۱۲۲۷)

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ :بَعَثَنِى النَّبِىُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى حَاجَةٍ، فَجِئْتُ وَهُوَ يُصَلِّى عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، وَيُومِءُ إِيمَاءً ، السُّجُودُ أَخْفَضُ مِنَ الرُّكُوعِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ " :مَا فَعَلْتَ فِى حَاجَةِ كَذَا وَكَذَا ؟ إِنِّى كُنْتُ أُصَلِّى " (مسند احمد، حديث نمبر ۱۴۵۵۵)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ صحابۂ کرام نے ایک سفر میں اندھیرے میں نماز پڑھی، اور قبلے کا رُخ معلوم نہ تھا، ہر ایک نے اپنی رائے کے مطابق قبلے کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی، بعد میں معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے قبلہ کے علاوہ کسی اور طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے، جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

جس سے معلوم ہوا کہ اگر قبلے کا رُخ معلوم نہ ہو، اور کوئی بتلانے والا بھی نہ ہو، تو اپنے دل ودماغ سے قبلے کا رُخ متعین کر کے نماز پڑھ لی جائے، تو درست ہو جاتی ہے، خواہ نماز کے بعد معلوم ہو کہ نماز قبلے کے صحیح رُخ پر نہیں پڑھی گئی تھی۔

اس آیت کے نازل ہونے کے واقعے کے بارے میں اور بھی محدثین کے اقوال ہیں۔ [۲] جن میں سے اکثر میں درحقیقت کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ ایک آیت ایک سے زیادہ واقعات کے متعلق بھی نازل ہو سکتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي الزبير -وهو محمد بن مسلم بن تَدْرُس-، فمن رجال مسلم (حاشيه مسند احمد)

[۱] عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ فَلَمْ نَدْرِ أَيْنَ الْقِبْلَةُ فَصَلَّى كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا عَلَى حِيَالِهِ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ (فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ) هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَشْعَثَ السَّمَّانِ أَبِي الرَّبِيعِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ وَأَشْعَثُ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ (ترمذی، حديث نمبر ۲۹۵۷)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- سَرِيَّةً كُنْتُ فِيهَا فَأَصَابَتْنَا ظُلْمَةٌ فَلَمْ نَعْرِفِ الْقِبْلَةَ فَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنَّا قَدْ عَرَفْنَا الْقِبْلَةَ هِيَ هَا هُنَا قِبَلَ الشَّمَالِ فَصَلَّوْا وَخَطُّوا خَطًّا وَقَالَ بَعْضُنَا الْقِبْلَةُ هَا هُنَا قِبَلَ الْجَنُوبِ وَخَطُّوا خَطًّا فَلَمَّا أَصْبَحُوا وَطَلَعَتِ الشَّمْسُ أَصْبَحَتْ تِلْكَ الْخُطُوطُ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَلَمَّا قَفَلْنَا مِنْ سَفَرِنَا سَأَلْنَا النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- عَنْ ذَلِكَ فَسَكَتَ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ) أَيْ حَيْثُ كُنْتُمْ. (سنن دار قطني، حديث نمبر ۱۰۷۲)

وهذه الأسانيد فيها ضعف، ولعله يشد بعضها بعضا (تفسير ابنِ كثير)

[۲] باب ذكر الآية الثانية من هذه السورة قال الله جل وعز (ولله المشرق والمغرب فأينما تولوا فثم وجه الله إن الله واسع عليم. فللعلماء في هذه الآية ستة أقوال :قال قتادة : هي منسوخة ، وذهب إلى أن المعنى صلوا كيف شئتم فإن المشرق والمغرب لله فحيث استقبلتم فثم وجه الله جل وعز لا يخلو منه مكان كما قال جل وعز (ما يكون من نجوى ثلاثة إلا هو رابعهم الآية ، وقال ابن زيد : كانوا أبيحوا أن يصلوا إلى أي قبلة شاء وا ؛ لأن المشارق والمغارب لله جل وعز فأنزل الله جل وعز (فأينما تولوا فثم وجه الله) فقال النبي صلى الله عليه وسلم : هؤلاء يهود قد استقبلوا بيتا من بيوت الله تبارك وتعالى يعني بيت المقدس فصلوا إليه فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه إليه بضعة عشر شهرا فقالت اليهود :ما اهتدى لقبلته حتى هديناه فكره النبي صلى الله عليه وسلم قولهم ورفع طرفه إلى السماء فأنزل الله عز وجل (قد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب ہر جہت وسمت کے مالک ہیں، جس جہت کو چاہیں، قبلہ مقرر کردیں، کیونکہ قبلے کی تعیین میں ایک حکمت یہ ہے کہ ایک طرف رخ کرنے سے عبادت کے اندر یکسوئی پیدا ہوتی ہے، اور یہ حکمت ہر جہت سے حاصل ہوسکتی ہے، جس جہت کا اللہ تعالیٰ حکم دے دیں، وہی متعین ہوجائے گی، ہاں اگر نعوذ باللہ معبود کی ذات کسی جہتِ خاص کے ساتھ مقید ہوتی، تو ضرورت کی وجہ سے اسی جہت میں عبادت کا قبلہ بننے کا انحصار زیبا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کسی خاص سمت وجہت کے ساتھ مقید ومحدود نہیں، وہ ہر جگہ ہے، اس کے لئے مشرق ومغرب یکساں ہیں، کعبہ کو نماز کا قبلہ بنائیں، یا بیت المقدس کو، دونوں میں کوئی ذاتی خصوصیت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہی دونوں جگہ فضیلت کا باعث ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ کسی خاص سمت یا جگہ کے ساتھ مقید نہیں، تو اب عمل کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ ہر شخص کو اختیار دے دیا جائے کہ جس طرف چاہے رخ کرکے نماز پڑھے، دوسرے یہ کہ سب کے لئے کوئی خاص سمت وجہت متعین کردی جائے، ظاہر ہے کہ پہلی صورت میں افتراق کا منظر سامنے آئے گا، کہ دس آدمی نماز پڑھ رہے ہیں، اور ہر ایک کا رخ الگ الگ، اور ہر ایک کا قبلہ جدا جدا، اور دوسری صورت میں تنظیم واتحاد کا عملی سبق ملتا ہے۔ ان حکمتوں کی وجہ سے سارے عالَم کا قبلہ ایک ہی سمت ومقام کو بنانا زیادہ مناسب ہے۔

اس لئے جب بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا تھا، اس میں فضیلت تھی، اور جب بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا، تو اب اس میں فضیلت ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نری تقلب وجهک فی السماء) قال أبو جعفر :فهذا قول وقال مجاهد ، والضحاک فی قوله جل وعز (فأينما تولوا فثم وجه الله) معناه أينما تولوا من مشرق أو مغرب فثم وجه الله التی أمر بها وهی استقبال الكعبة فجعلوا الآية ناسخة ، وجعل قتادة ، وابن زيد الآية منسوخة وقال إبراهيم النخعی : من صلی فی سفر فی مطر وظلمة شديدة إلی غير القبلة ولم يعلم فلا إعادة عليه (فأينما تولوا فثم وجه الله) والقول الرابع أن قوما قالوا :لما صلی النبی صلی الله عليه وسلم علی النجاشی صلی عليه وكان يصلی إلی غير قبلتنا فأنزل الله جل وعز (ولله المشرق والمغرب) والقول الخامس أن المعنی ادعوا كيف شئتم مستقبلی القبلة وغير مستقبليها فأينما تولوا فثم وجه الله يستجب لكم والقول السادس من أجلها قولا وهو أن المصلی فی السفر علی راحلته النوافل جائز له أن يصلی إلی القبلة وإلی غير القبلة قال أبو جعفر :وهذا القول عليه فقهاء الأمصار ويدلک علی صحته أنه : (الناسخ والمنسوخ للنحاس)

قال أبو جعفر :والصواب أن يقال :ليست الآية ناسخة ولا منسوخة لأن العلماء قد تنازعوا القول فيها وهی محتملة لغير النسخ وما كان محتملا لغير النسخ لم يقل فيه ناسخ ولا منسوخ إلا بحجة يجب التسليم لها فأما ما كان يحتمل المجمل والمفسر والعموم والخصوص فعن النسخ بمعزل ولا سيما مع هذا الاختلاف (الناسخ والمنسوخ للنحاس)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نماز میں خشوع وخضوع کی فضیلت واہمیت (قسط ۷)

نماز میں کپڑا لٹکانا یعنی سدل کرنا

نماز میں سدل کرنا مکروہ وممنوع ہے، کیونکہ یہ بھی خشوع کے خلاف ہے۔

اورسدل کے لغت میں معنیٰ لٹکانے اور چھوڑنے کے آتے ہیں۔ [۱]

اورنماز میں جوسدل مکروہ وممنوع ہے، وہ یہ ہے کہ کپڑا پہنے، لپیٹے اور باندھے بغیر اپنے سر پر یا اپنے کاندھوں پر ڈال لیا جائے، اوراس کے کناروں کو نیچے کی طرف چھوڑ دیا جائے، خواہ کپڑے کی ایک طرف آگے اور دوسری پیچھے یا ایک دائیں اور دوسری بائیں طرف ہو۔

اوراس کی ممانعت کی ایک وجہ اہلِ کتاب کے ساتھ تشبہ ہے۔ [۲]

---

[۱] سَدَلَ الشَّعَرَ والثَّوْبَ والسِّتْرَ :يَسْدِلُهُ ويَسْدُلُهُ مِن حَدَّیْ ضَرَبَ ونَصَرَ سَدْلاً وأَسْدَلَهُ :أی أَرْخَاهُ وأَرْسَلَهُ(تاج العروس ،مادة س د ل)

[۲] وقالَ أبو عُبَيْدٍ :السَّدْلُ المَنْهِیُّ عنهُ فی الصَّلاةِ هو إِسْبَالُ الرَّجُلِ ثَوْبَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَضُمَّ جانِبَيْهِ فَإِنْ ضَمَّهُما فليسَ بسَدْلٍ(تاج العروس ،مادة س د ل)

(و) يكره ايضا(أن يسدل ثوبه) أی يرسله من غير أن يلبسه (وهو) أی السدل (أن يضعه) أی الثوب (علی كتفيه ويرسل أطرافه) علی عضديه أوعلی صدره (وفی القدوری)شرح مختصر الكرخی (هو أن يجعله علی رأسه أو كتفيه ويرسل أطرافه من جوانبه) وفی فتاوی قاضيخان (هو أن يجعل)الثوب علی رأسه أو علی عاتقه ويرسل جانبيه امامه علی صدره والكل يصدق عليه حد السدل وهو الارسال من غير لبس فإن السدل فی اللغة الإرخاء والإرسال ولاان يقيد بعدم اللبس ضرورة ان ارسال ذيل القميص ونحوه لايسمی سدلا ، ووجه كراة السدل مامر عن ابی هريرة انه عليه الصلاة والسلام نهی عن السدل فی الصلاة وان يغطی الرجل فاه اخرجه ابوداوٗد والحاكم وصححه ولان فيه شغل القلب يحمل شیئ فی الصلاة لافائدة فيه (حلبی كبير ص۳۴۷، ۳۴۸، كتاب الصلاة ،فصل فی بيان مايكره فعله فی الصلاة ومالايكره)

وكذلک سدل الثوب فی الصلاة وهو أن يجعل الثوب علی رأسه أو عاتقه ويرسل جانبيه أمامه علی صدره(فتاویٰ قاضيخان، كتاب الصلاة)

قوله (أی إرساله بلا لبس معتاد) قال فی شرح المنية السدل هو الإرسال من غير لبس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اورنماز میں سدل کا مکروہ ہونا اس صورت کے ساتھ خاص نہیں ہے، جبکہ کپڑے کے گرنے کا خطرہ ہو، بلکہ اگر کپڑے کے گرنے کا خطرہ نہ ہو، تب بھی سدل میں داخل ہے، اور نماز میں مکروہ ہے۔ ۱؎

اور سدل اس وقت مکروہ ہے، جبکہ بغیر عذر کے ہو۔

نیز سدل کا مکروہ ہونا نماز کی حالت میں ہے، نماز کے علاوہ سدل مکروہ نہیں، بشرطیکہ کپڑا ٹخنوں سے نیچے تک لٹکا ہوا نہ ہو، اور تکبر کی نیت نہ ہو۔ ۲؎

اب اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ذکر کی جاتی ہیں، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ سدل سے متعلق چند مسائل ذکر کئے جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنِ السَّدْلِ ، وَأَنْ يُغَطِّيَ الرَّجُلُ فَاهُ (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۸۸۷) ۳؎

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے (نماز میں) سدل سے اور آدمی کے اپنے منہ کو ڈھانکنے سے منع فرمایا (ترجمہ ختم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

............وقال في البحر وفسره الكرخي بأن يجعل ثوبه على رأسه أو على كتفيه ويرسل أطرافه من جانبه إذا لم يكن عليه سراويل ا هـ. فكراهته لاحتمال كشف العورة وإن كان مع السراويل فكراهته للتشبه بأهل الكتاب فهو مكروه مطلقا وسواء كان للخيلاء أو غيره ا هـ(ردالمحتار، كتاب الصلاة ، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

(وسدله) لنهيه -عليه الصلاة والسلام -عنه وهو أن يجعل ثوبه على رأسه أو كتفيه ويرسل جوانبه ولأن فيها تشبها بأهل الكتاب فيكره (تبيين الحقائق، ج ا ص ۱۶۴ ، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

۱؎ ثم قال في البحر وظاهر كلامهم يقتضي أنه لا فرق بين أن يكون الثوب محفوظا من الوقوع أو لا (ردالمحتار، كتاب الصلاة ، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

۲؎ وصرح العلامة الحلبي بأن محل كراهة السدل عند عدم العذر وأما عند العذر فلا كراهة وأنه إن كان للتكبير فهو مكروه مطلقا واختلف المشايخ في كراهة السدل خارج الصلاة كما في الدراية وصحح في القنية من باب الكراهية أنه لا يكره (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

۳؎ قال الحاكم: " . "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَا فِيهِ تَغْطِيَةَ الرَّجُلِ فَاهُ فِي الصَّلَاةِ "وقال الذهبي:في التلخيص :على شرطهما

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ السَّدُلِ فِي الصَّلَاةِ (ترمذی حدیث نمبر ۳۴۵، کتاب الصلاۃ،باب ما جاء فی کراھیة السدل فی الصلاة،مسند احمد حدیث نمبر۷۹۳۴، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۳۸۶ ، صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر ۲۲۸۹ ،مصنف ابنِ ابی شیبة،حدیث نمبر۶۵۴۸ کتاب الصلاة، باب مَنْ كَرِهَ السَّدُلَ فِي الصَّلَاةِ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سدل سے منع فرمایا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم -نَهٰى عَنِ السَّدُلِ فِي الصَّلاَةِ وَأَنْ يُغَطِّيَ الرَّجُلُ فَاهُ (ابوداؤد حدیث نمبر ۶۴۳، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی السدل فی الصلاۃ، سنن البیھقی حدیث نمبر ۳۴۳۵،صحیح ابنِ خزیمة حدیث نمبر ۷۵۱، صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر ۲۳۵۳، الاوسط لابن المنذر حدیث نمبر ۲۳۳۸) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سدل سے اور اس بات سے کہ آدمی اپنے منہ کو ڈھانکے، منع فرمایا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مر النبی ﷺ علی رجل سادل ثوبه فی الصلاة فعطفه علیه (جزء الالف دینار للقطیعی ،حدیث نمبر ۱۱۷ ،واللفظ لهٗ،کتاب الآثار للامام محمد ،حدیث نمبر ۱۴۶ ، باب ما یعاد من الصلاة وما یکره منها،سنن البیھقی،کتاب الصلاۃ،باب كَرَاهِيَةِ السَّدُلِ فِي الصَّلاَةِ وَتَغْطِيَةِ الْفَمِ،اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب الصلاۃ، باب السدل فی الصلاۃ،کنزالعمال حدیث نمبر ۲۲۴۳۲، بحواله ابن النجار) [۲]

---

[۱] قال شعیب الأرنؤوط :إسناده حسن فی شواهده(صحیح ابنِ حبان، حواله بالا)
قلت :إسناده حسن، وكذا قال الحافظ العراقی، وهو علی شرط البخاری، وصححه الحاکم ووافقه الذهبی .وأخرجه ابن حبان فی "صحیحه "(صحیح ابی داؤد للالبانی، باب السدل فی الصلاۃ)

[۲] هذا إسناد رجاله ثقات خلا عبدالملک بن الحسین، فإنی لم أعرفه بعدالة ولا جرح لکن الحدیث له شاهد من حدیث أبی هریرة (اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب الصلاۃ، باب السدل فی الصلاۃ)
قلت:لیس فی کتاب الآثار عبدالملک بن الحسین بل روی ابوحنیفة رحمه الله عن علی بن الاقمر .محمد رضوان .

ترجمہ: نبی ﷺ ایک آدمی کے قریب سے گزرے، جس نے نماز میں اپنے کپڑے کا سدل کر رکھا تھا، تو نبی ﷺ نے اس کپڑے کو اس کے اوپر موڑ دیا (لپیٹ دیا) (ترجمہ ختم)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وبه نأخذ ، تكره السدل فى الصلاة على القميص وعلى غيره ؛ لأنه يشبه فعل أهل الكتاب .وهو قول أبى حنيفة(كتاب الآثار، حواله بالا)

ترجمہ: ہم اسی کو لیتے ہیں، نماز میں قمیص اور اس کے علاوہ کسی دوسری چیز پر سدل کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ اہلِ کتاب کے فعل کے مشابہ ہے، اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّهُ كَرِهَ السَّدْلَ فِى الصَّلاَةِ ، وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- كَانَ يَكْرَهُهُ(سنن البيهقى،حديث نمبر ۳۴۳۹،كتاب الصلاة،باب كَرَاهِيَةِ السَّدْلِ فِى الصَّلاَةِ وَتَغْطِيَةِ الْفَمِ) [۱]

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز میں سدل کو مکروہ قرار دیا، اور انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ بھی اس کو مکروہ قرار دیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت سعید بن وہب سے روایت ہے:

أَنَّ عَلِيًّا رَأَى قَوْمًا يُصَلُّونَ وَقَدْ سَدَلُوا ، فَقَالَ :كَأَنَّهُمَ الْيَهُودُ خَرَجُوا مِنْ فُهْرِهِمْ(مصنف ابنِ ابى شيبة،حديث نمبر ۶۵۴۲ كتاب الصلاة، باب مَنْ كَرِهَ السَّدْلَ فِى الصَّلاَة، واللفظ لهٗ، سنن البيهقى، حديث نمبر ۳۴۴۱،كتاب الصلاة،باب كَرَاهِيَةِ السَّدْلِ فِى الصَّلاَةِ وَتَغْطِيَةِ الْفَمِ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو سدل کی حالت میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا کہ گویا کہ یہ یہودی ہیں، جو اپنے درس خانے سے برآمد ہوئے ہیں (ترجمہ ختم)

---

[۱] قال البيهقى: تَفَرَّدَ بِهِ بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ .وَلَيْسَ بِالْقَوِىِّ .

قلت: قال يحيى بن مَعِين فى رواية ليس به بأس......وَقَال أبو أحمد بن عدى ، مقارب الحديث ، لا بأس بأخباره ، ولم أجد له حديثًا منكرا(تهذيب الكمال ج۴ص ۱۱۹، ۱۲۰)

ولهٗ شاهد من حديث ابى هريرة وابى جحيفة وابن عمررضى الله عنهم .محمد رضوان

Idara Ghufran

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ یہودی اپنے درس خانے میں اسی طرح سدل کرتے ہیں، لہٰذا ان لوگوں کا سدل کرنا یہودیوں کے ساتھ مشابہت میں داخل ہے۔

اورحضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؛ أَنَّهُ كَرِهَ السَّدْلَ فِي الصَّلاَةِ ، مُخَالَفَةً لِلْيَهُودِ ، وَقَالَ :إِنَّهُمْ يَسْدُلُونَ (مصنف ابنِ ابی شیبة،حدیث نمبر ۶۵۴۵ ، کتاب الصلاۃ، باب مَنْ کَرِہَ السَّدْلَ فِی الصَّلاَۃ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے نماز میں سدل کو یہود کی مخالفت کی وجہ سے مکروہ قرار دیا، اور فرمایا کہ یہودی سدل کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت حسن بن عبیداللہ سے روایت ہے:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ ؛ أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَسْدُلَ الرَّجُلُ ثَوْبَهُ فِي الصَّلاَةِ (مصنف ابنِ ابی شیبة،حدیث نمبر ۶۵۴۳ ،کتاب الصلاۃ، باب مَنْ کَرِہَ السَّدْلَ فِی الصَّلاَۃ)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی نے آدمی کے نماز میں اپنے کپڑے کا سدل کرنے کو مکروہ قرار دیا (ترجمہ ختم)

اورحضرت ابنِ ابی نجیح فرماتے ہیں:

عن مجاهد أنه كره السدل فى الصلاة قال ولا أعلمه إلا رفعه (مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۱۴۱۸ ، کتاب الصلاۃ، باب السدل)

ترجمہ: حضرت مجاہد نے نماز میں سدل کو مکروہ قرار دیا، اور ابنِ ابی نجیح فرماتے ہیں، میرے علم کے مطابق اس کے مکروہ ہونے کو مرفوع بیان کیا (ترجمہ ختم)

اورحضرت مغیرہ، حضرت ابراہیم سے، اور لیث حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّهُمَا كَرِهَا السَّدْلَ فِي الصَّلاَةِ .قَالَ وَكِيعٌ :وَنَحْنُ نَكْرَهُهُ (مصنف ابنِ ابی شیبة،حدیث نمبر ۶۵۴۷ کتاب الصلاۃ، باب مَنْ کَرِہَ السَّدْلَ فِی الصَّلاَۃ)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت مجاہد نے نماز میں سدل کو مکروہ قرار دیا، اور حضرت وکیع نے فرمایا کہ ہم بھی سدل کو مکروہ سمجھتے ہیں (ترجمہ ختم)

البتہ بعض صحابہ وتابعین سے نماز میں سدل کرنا منقول ہے۔

اس سلسلہ میں ہمارے حضرات نے فرمایا کہ وہ واقعات کسی ضرورت پر محمول ہیں۔

اس قسم کی احادیث وروایات سے نماز میں سدل کا مکروہ وممنوع ہونا معلوم ہوا۔

پس نماز کی حالت میں کوئی کپڑا پہنے اور باندھے بغیر سر یا کاندھے پر رکھ کر لٹکا ہوا چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

مسئلہ:......اگر لمبی چادر اس طرح سر یا کاندھوں پر ڈال لی جائے کہ اس کے ایک سرے کو گھما کر پیچھے کمر کی طرف نہ ڈالا جائے، تو یہ سدل میں داخل ہے، اور نماز کی حالت میں مکروہ ہے۔ [۱]

مسئلہ:......اگر رومال، مفلر، تولیہ یا کوئی اور کپڑا کاندھے پر اس طرح ڈالا جائے کہ کپڑے کا ایک سرا پیچھے کمر کی طرف ہو، اور ایک سرا آگے سینے کی طرف ہو (جیسا کہ بعض لوگ چلتے وقت کندھے پر رومال یا چادر ڈال لیتے ہیں) تو یہ بھی سدَل میں داخل ہے، اور نماز میں مکروہ ہے۔ [۲]

مسئلہ:......اگر رومال، مفلر یا کسی کپڑے کا ایک سرا گردن کے ایک طرف سے، اور دوسرا سرا گردن کے دوسری طرف سے نکال کر سینہ پر چھوڑ دیا جائے، تو یہ بھی سدل میں داخل ہے، اور نماز میں مکروہ ہے، البتہ اگر اس کا ایک سرا گردن پر لپیٹ دیا جائے (اور لپیٹنے کے بعد خواہ دونوں سرے آگے کی طرف لٹکے ہوں) یا ایک سرے کو آگے سے دوسری طرف کو گھما کر کمر کی طرف ڈال دیا جائے، تو پھر یہ سدل میں داخل نہیں۔ [۳]

مسئلہ:......آج کل بعض نوجوان سر پر اوڑھے جانے والے رومال کے تین کونے بنا کر سر پر رکھ لیتے ہیں، اور اس کے ایک سرے کو کمر کی طرف اور باقی دو کناروں کو دائیں بائیں کاندھے کی طرف چھوڑ دیتے ہیں، یا ان دونوں کناروں کو بھی لپیٹے بغیر اسی طرف سے کمر کی طرف لے جا کر چھوڑ دیتے ہیں، یہ بھی سدل

---

[۱] فعلى هذا تكره في الطيلسان الذى يجعل على الرأس وقد صرح به فى شرح الوقاية ا ه أى إذا لم يدره على عنقه وإلا فلا سدل. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

[۲] (قوله وهو أن يجعل ثوبه على رأسه أو كتفيه ويرسل جوانبه) يصدق على أن يكون المنديل مرسلا من بين كتفيه كما يعتاده كثير فينبغى لمن على عنقه منديل أن يضعه عند الصلاة قاله الكمال رحمه الله (حاشية الشلبى على التبيين، ج ١ ص ١٦٤، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

[۳] وقد صرح به فى شرح الوقاية ا ه أى إذا لم يدره على عنقه وإلا فلا سدل (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

میں داخل ہے، اور نماز میں مکروہ ہے۔

لہٰذا نماز کے وقت یا تو اس کو اتار دینا چاہئے، یا پھر اس کے کم از کم ایک سِرے کو گردن پر لپیٹ دینا چاہئے، اور اگر سر پر عقال (گول رسی) باندھ لی جائے (جیسا کہ اہلِ عرب کثرت سے کرتے ہیں) تو پھر مکروہ نہیں (کیونکہ یہ ارخاء وارسال اور وضع کے بجائے ربط میں داخل ہو جاتا ہے، اور سدل سے خارج ہو جاتا ہے) لیکن اس کے باوجود بھی اگر نماز پڑھتے وقت ایک سِرا گردن سے پھیر کر کمر پر ڈال لیا جائے، تو بہتر ہے۔ [1]

مسئلہ:......اگر کرتہ اس طرح پہنا جائے کہ اس کی آستین میں ہاتھ نہ ڈالے جائیں، یا پہنے بغیر یونہی پیٹھ پر ڈال کر اس کی آستین کندھے کے اوپر سے سینے پر لٹکا دے، تو یہ سدل میں داخل ہے، اور نماز میں مکروہ ہے۔

مسئلہ:......اگر برساتی یا اس کے مشابہ کسی لباس کی آستینوں میں ہاتھ داخل نہ کئے جائیں، اور اس کو سر پر ڈال کر اسی طرح چھوڑ دیا جائے، تو یہ بھی سدل میں داخل ہے، اور نماز میں مکروہ ہے۔ [2]

مسئلہ:......اگر چورَس قباء (جس میں ہاتھوں کے لئے لمبی آستینیں نہیں ہوتیں، بلکہ ہاتھ ڈالنے کے لئے فُرجہ یعنی راستہ ہوتا ہے) کے آستینوں والے سوراخ میں ہاتھ داخل نہ کئے جائیں، اور اسی طرح دونوں کاندھوں پر ڈال لیا جائے، تو سدل یا اس کے مشابہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، اس لئے مناسب یہ ہے کہ نماز کی حالت میں ہاتھ آستینوں والے سوراخ میں داخل کر لئے جائیں۔

بلکہ مناسب یہ ہے کہ اگر اس کے آگے کی طرف پٹکا (بیلٹ یا ڈوری) باندھی جاتی ہو، تو وہ بھی باندھ لی

---

[1] وأن يسدل ثوبه كذا في المنية وهو أن يجعل ثوبه على رأسه أو كتفيه فيرسل جوانبه ومن السدل أن يجعل القباء على كتفيه ولم يدخل يديه كذا في التبيين سواء كان تحته قميص أو لا كذا في النهاية في الخلاصة والنصاب المصلي إذا كان لابس شقة أو فرجي ولم يدخل يديه في الكمين اختلف المتأخرون والمختار أنه لا يكره كذا في المضمرات قالوا ومن صلى في قباء ينبغي أن يدخل يديه في كميه ويشده بالمنطقة مخافة السدل كذا في فتاوى قاضي خان واختلف المشايخ في كراهة السدل خارج الصلاة كما في الدراية وصحح في القنية في باب الكراهة إنه لا يكره كذا في البحر الرائق(الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب السابع، الفصل الثاني)

[2] (أو باراني) أي ممطر على وزن منبر وهو ما يلبس للمطر وباران بالفارسية هو المطر (وينبغي أن يدخل يديه في كميه)(حلبي كبير ص ۳۴۸، كتاب الصلاة ، فصل في بيان مايكره فعله في الصلاة ومالايكره)

جائے، یا بٹن ہو تو اس کو بند کرلیا جائے (لاحتراز شبہ السدل) ۱؎

مسئلہ:......عمامہ باندھ کر جو اس کا شملہ چھوڑا جاتا ہے، یا اسی طرح رومال وغیرہ سر پر اوڑھنے کے بعد اس کا جو ایک حصہ لٹکا رہ جاتا ہے، اور اسی طرح چادر اوڑھنے کے بعد اس کا ایک حصہ نیچے کی طرف لٹکا رہتا ہے، یہ سدل میں داخل نہیں، اور نماز میں مکروہ نہیں، کیونکہ یہ لٹکا رہنا ایسا ہی ہے، جیسا کہ قمیص پہننے کے بعد اس کا پلّو (دامن) لٹکا رہتا ہے، اسی طرح واسکٹ یا کوٹ معتاد طریقہ پر پہن کر اس کے آگے سے بٹن کھلے چھوڑ دینا بھی سدل میں داخل نہیں، تاہم اگر پھر بھی ایک آدھ بٹن لگالیا جائے، تو اچھا ہے۔ ۲؎

۱؎ (ولو صلى فى قباء مطرف) بضم الميم وفتح الراء قال فى القاموس هو رداء من خز مربع ذو اعلام (أو باراني) أى مـمطر على وزن منبر وهو ما يلبس للمطروباران بالفارسية هو المطر (وينبغى أن يدخل يديه فى كميه و)أن(يشد القباء) ونـحوه (بالمنطقة احتراز عن السدل) وفـى الخلاصة المصلى اذا كان لابس شقة اوفـرجى ولـم يـدخـل يديه اختلف المتاخرون فى الكراهة، والمختار انه لايكره ولم يوافقه على ذلك احد سـوى البـزازى و الـصحيح الذى عليه قاضى خان والجمهور انه يكره لانه اذا لم يدخل يديه فى كميه صدق عـليـه اسـم السدل لانه ارسال للثوب بدون ان يلبسه (وعـن الـفـقـيـه أبى جعفر)الهندوانى أنه كان يقول إذا صلى مع القباء وهو غير مشدود الوسط فهو مسيئ) يعنى ولو ادخل يديه فى كميه وينبغى أن يقيد بما إذا لم يـزر إزراره لأنـه يشبـه السـدل حيـنـئـذ أمـا إذا زرالازرار فـقد التحق بغيره من الثياب فى اللبس فلاسدل فيه فلايكره، وأما الأقبية الرومية التى يجعل لاكمامها خروق عند أعلى العضد إذا اخرج المصلى يده من الخرق وأرسـل الكم فإنه يكره أيضا لصدق السدل عليه لانه ارخاء من غيرلبس اذ لبس الكم يكون بادخال اليد فيه، ولأن فيـه شغل القلب بمراعاته عن ان يجلس عليه احد عند نهوزه فيتمزق ، ولان فيه تشبه باهل التكبر إذ لا تكاد تسمح نفوس المتكبرين بتركه و ادخال اليد فى الكم لافى الصلاة ولاخارجها على ماجرى من عادتهم ، ولـو لـم يـرسـل الـكـم عـنـد اخـراج الـيـدين من خرقه بل ادخله تحت منطقته زالت الكراهة لزوال أسبابها المذكورة (حلبى كبير ص ۳۴۸، كتاب الصلاة ، فصل فى بيان مايكره فعله فى الصلاة ومالايكره)

۲؎ قوله (أى إرسـالـه بلا لبس معتاد) قـال فـى شـرح الـمنية السدل هو الإرسال من غير لبس ضرورة أن إرسـال ذيـل القميص ونحوه لا يسمى سدلا ا هـ. ودخـل فـى قـولـه ونحوه عذبة العمامة (ردالمحتار، كتاب الصلاة ، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

Idara Ghufran

مقالات ومضامین　مفتی محمد امجد حسین

اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ (قسط ۸)

سابقہ آیات کے تناظر میں گزشتہ قوموں کا جائزہ

سورہ انعام اور سورہ اعراف کی ان مذکورہ آیات نے قوموں اور انسانی معاشروں کے عروج وزوال کے سلسلہ میں سنتِ الٰہیہ کو، ربانی منشور کو، خداوندی سسٹم ونظام کو ایک ضابطہ اور قاعدہ وقانون کی شکل میں بیان فرمایا ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن سے پہلے جو جو قومیں دنیا میں ہو گزری ہیں، اور جن جن معاشروں اور تہذیبوں نے انسانی تاریخ کی تشکیل میں حصہ لیا ہے، یہ سب ابتدائی بدوی، عائلی اور قبائلی زندگی کے مرحلوں سے گزر کر تدریجی ترقی کے مراحل طے کرتے ہوئے متمدن قومیں بنیں، اور دنیوی اعتبار سے ترقی یافتہ مدنیتوں اور سلطنتوں کی انہوں نے تشکیل کی۔

لیکن تاریخ کے طولِ طویل دورانیوں میں بالعموم انسانی معاشروں کا یہ المیہ رہا ہے کہ یہ معاشرے جوں جوں مادی ترقیوں کے مدارج طے کرتی رہی ہیں، خوشحالی کے زینوں پر چڑھتی رہی ہیں، فارغ البالی اور آسودہ حالی کی بے پایاں نعمتوں سے مالا مال ہوتی رہی ہیں، اسی تناسب سے کفروطغیان، سرکشی ونافرمانی، شرک وگمراہی اور ہر نوع کے شر وفساد میں بھی حدود وقیود سے بے نیاز ہو کر انتہاؤں کو چھوتی رہی ہیں۔

دنیا کی زندگی چونکہ دارالامتحان ہے، جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے افراد واشخاص کی نجی وانفرادی زندگیوں سے لے کر قوموں اور معاشروں کی اجتماعی اور ملی زندگی تک ہر قوم اور ہر فرد کے لئے عمر کی اور مدت العمل کی ایک متعین مقدار رکھی ہوئی ہے، ڈھیل اور مہلت کی ایک حد رکھی ہوئی ہے۔

ڈھیل کے اس پورے عرصہ میں ان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے ان کے سنبھلنے اور باز آنے کے لئے، کفر ونافرمانی اور شر وفساد چھوڑ کر نیک چلنی ونیک نفسی اور خدا پرستی کا راستہ اختیار کرنے کے لئے اور یہ زندگی جس مقصد کے لئے عطا کی گئی ہے، اس مقصد کو جاننے، سمجھنے اور اس مقصد پر آنے کے لئے اللہ تعالیٰ انبیاء

ورسل، ہادی وپیغمبر ہر قوم، ہر معاشرے میں مبعوث فرماتے رہے ہیں، ان پر کتب وصحائف نازل فرماتے رہے ہیں، وحی کے ذریعہ ان کے پاس اوپر سے احکام وہدایات اور تعلیمات بھیجتے رہے ہیں، کہ وہ اپنی اپنی قوموں کو ان ربانی احکام اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں راہِ راست پر آنے کی تلقین کریں، من مانی زندگی کو چھوڑ کر، خواہش پرستی، ونفس پرستی کے دائروں سے نکل کر رب چاہی زندگی اختیار کریں، آفاقی سوچ اپنائیں، دنیوی، مادی اور ناسوتی زندگی کے اس تنگنائے سے نکل کر، برزخ، آخرت اور جنت کے لامحدود وسعتوں والے آئندہ درپیش مرحلوں اور جہانوں کو اپنی سوچ اور فکر اور جہد وعمل کا محور بنائیں۔

حضراتِ انبیائے کرام کی تعلیمات وارشادات بالکل سیدھے سادھے لیکن دو اور دو چار کی طرح صاف اور واضح اور جامع وپرمغز ہوتے ہیں، ان تعلیمات کو اپنا کر، انبیاء کی دعوت کو دل وجان سے مان کر، ان پر ایمان لاکر قلب ونظر کی ساری تاریکیاں کافور ہوجاتی ہیں، روح اپنی تمام تر گہرائیوں اور پنہائیوں تک ہدایت کے نور سے مستنیر ہوجاتی ہے، زندگی کے تمام لاینحل معمے اور کائنات وسلسلہ موجودات کی ساری الجھی ہوئی گھتیاں ہدایت کی محض ایک چکا چوندی سے سلجھ جاتی ہیں، معمے حل ہوجاتے ہیں، شک وارتیاب کی گھاٹیوں میں سرگرداں انسانی قافلہ صراطِ مستقیم کے منہاجِ واضح کی طرف گامزن ہوجاتا ہے۔

فلسفیانہ اور عقل پرستانہ بحرِ ظلمات میں غرقاب انسانی دماغ ایمان ویقین کے ساحلِ مراد پر آ کر لنگر انداز ہوجاتا ہے۔ ؎

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں، ہوا کے رخ بھی بدل گئے　　تیرا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا، چراغ راہ کے جل گئے

(جاری ہے............)

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط ۸)

(۱۸)......احمد بن محمد مقری تلمسانی کا حوالہ

احمد بن محمد مقری تلمسانی (المتوفیٰ ۱۰۴۱ھ) لکھتے ہیں:

اِبْنُ النَّجَّارُ يَقُوْلُ مَرَّ عَمَلُ الْمُوَقِّتِيْنَ عَلٰى تَسَاوِىْ فَضْلَتَىْ مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْفَجْرِ وَالشَّمْسِ فَيُؤَذِّنُوْنَ بِالْعِشَاءِ لِذِهَابِ ثَمَانِىَ عَشْرَةَ دَرَجَةً وَبِالْفَجْرِ لِبَقَائِهَا (نفخ الطيب من غصن الأندلس الرطيب ج۵ ص۲۳۷)

ترجمہ: ابنِ نجار (ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن علی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موقتین کا عمل جاری ہے، مغرب اور عشاء اور فجر اور طلوعِ شمس تک کا فاصلہ برابر ہونے پر، پس وہ عشاء کی اذان سورج کے ۱۸ درجے نیچے جانے پر، اور فجر کی اذان سورج کے ۱۸ درجے باقی رہ جانے پر دیتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ ۱۸ درجے پر صبح صادق ہونے اور اسی درجے پر عشاء وفجر کی اذان ہونے کا مسئلہ متقدمین موقتین ومؤذنین کے دور سے چلا آ رہا ہے۔

(۱۹)......ابن کمال الدین حسین طبأطبأ کا حوالہ

امامِ کبیر ابن کمال الدین حسین الطباطبا عطاءاللہ الحکیم فرماتے ہیں:

فَصْلٌ: اَلصُّبْحُ اِسْتِنَارَةٌ فِى الْبُخَارِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ، وَالشَّفَقُ نَحْوَ الْمَغْرِبِ بَعْدَ غُرُوْبِهَا، وَيَتَشَابَهَانِ شَكْلًا وَيَتَقَابَلَانِ وَضْعًا وَانْحِطَاطُهَا عِنْدَ اَوَّلِ الْاَوَّلِ وَآخِرِ الْآخَرِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءً ا (السبع الشداد ص ۳۶، مطبوعه: اشاعتِ اسلام كتب خانه، پشاور)

ترجمہ: فصل: صبح مشرق کی طرف سورج طلوع ہونے سے پہلے بخار میں روشنی کا ہونا اور شفق مغرب کی طرف سورج غروب ہونے کے بعد بخار میں روشنی کا ہونا ہے، اور یہ دونوں شکل

میں ایک دوسرے کے مشابہ اور وضع میں ایک دوسرے کے مقابل ہیں (کہ ایک طلوعِ شمس سے قبل ہے، اور دوسرا طلوعِ شمس کے بعد ہے، اور ایک میں شعاعِ شمس کی ابتداء ہے، اور دوسرے میں انتہاء ہے، وقس علیٰ ھٰذا) اور پہلی (یعنی صبح) کی ابتداء کے وقت اور دوسری (یعنی شفق) کی انتہاء کے وقت سورج (اُفق سے) اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: امامِ کبیر ابن کمال الدین حسین الطبا طبا عطاء اللہ الحکیم کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صبح کی ابتداء اور شفق کی انتہاء اٹھارہ درجہ پر ہوتی ہے، اور صبح کی ابتداء سے مراد نہارِ شرعی کی ابتداء ہے، نہ کہ کچھ اور، جس طرح سے شفق کی انتہاء سے مراد شفقِ ابیض کی انتہا ہے، کیونکہ شفق، ابیض اور احمر دونوں کے مجموعہ کو شامل ہے، اور انتہاء کا مطلب یہی ہے کہ جب شفق مکمل ختم ہو، جس کا اختتام ابیض پر ہوتا ہے، اسی طرح اس کے مقابل صبح کی ابتداء بھی ابیض سے ہوگی۔

اور امام موصوف کا صبح اور شفق کے درجے کو بیان کرنے سے مقصود نہارِ شرعی کا آغاز اور اس کے احکام اور عشائے حنفی کے وقت کو بتلانا ہے۔

لہٰذا بعض لوگوں کا دور دراز کی تاویلات کر کے اس قسم کی عبارات میں صبح سے کاذب اور شفق سے مستطیل مراد لینا درست نہیں۔ کیونکہ طرفین سے بیاضِ مستطیل نہ دن کا مبدأ ہے، اور نہ منتہیٰ، اور نہ ہی اس سے کوئی شرعی حکم وابستہ ہے۔ [1]

(۲۰)......سلیمان بن احمد فشتالی کا حوالہ

ابوالربیع سلیمان بن احمد فشتالی (المتوفیٰ ۱۲۰۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَسْئَلَةُ الثَّالِثَةُ فِیْ مَعْرِفَةِ اِرْتِفَاعَاتِ الْكَوَاكِبِ لِمُغِیْبِ الشَّفَقِ وَلِطُلُوْعِ الْفَجْرِ اِذَا اَرَدْتَّ ذٰلِکَ فَضَعْ نَظِیْرَ الشَّمْسِ عَلٰی مَحَلِّ اِرْتِفَاعِهٖ فِی الْمَشْرِقِ لِمُغِیْبِ الشَّفَقِ وَذٰلِکَ عَلٰی اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ فِی الْمَدَارَتِ ثَمَانَ عَشَرَةَ بِمَا تَقَدَّمَ فِی الْمَسْئَلَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْفَصْلِ الثَّالِثِ (اِلٰی قَوْلِهٖ) وَكَذٰلِکَ تَفْعَلُ فِی الْفَجْرِ

---

[1] چنانچہ علامہ شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۱۲۳۳ھ) السبع الشداد کی تعلیقات میں فرماتے ہیں:
قولہ اول الاول ای الصبح، قولہ وآخر الآخر ای الشفق(تعلیقات علی السبع الشداد ص ۵۵، مخطوطہ، مکتبہ ملک عبداللہ بن عبدالعزیز، جامعة الملک سعود بالریاض، مخطوطہ نمبر ۲۰۴۴۴)

اِلَّا اَنَّکَ تَضَعِ النَّظِیْرَ عَلٰی مَحَلِّ اِرْتِفَاعِهٖ لِلْوَقْتِ الْمَذْکُوْرِفِیْ نَاحِیَةِ الْمَغْرِبِ

(النبذة اللامعة فيما يتعلق بالصفيحة الجامعة ، المسألة الثالثة من الفصل الخامس، كذافى ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص ۱۴)

ترجمہ: تیسرا مسئلہ غیوبِ شفق اور طلوعِ فجر کے وقت کواکب کا ارتفاع جاننے کے متعلق ہے، جب آپ اس کا وقت جاننا چاہیں تو سورج کی نظیر کو غیوبِ شفق کے وقت مشرق میں اس کے محلِ ارتفاع پر رکھیں، اور یہ اس قاعدہ پر مبنی ہوگا کہ مدارات میں اس کے ۱۸ درجے ہوں، جیسا کہ تیسری فصل کے دوسرے مسئلہ میں گزر چکا ہے۔

اور اسی طرح فجر میں کریں، سوائے اس کے کہ وہاں سورج کی نظیر کو اس کے محلِ ارتفاع پر مذکورہ وقت کے لئے مغرب کی جانب رکھیں (ترجمہ ختم)

ابوالربیع سلیمان بن احمد فشتالی مراکش میں فقہ مالکی کے فقیہ تھے، اور علمِ توقیت اور فلکیات میں ماہر تھے۔[۱]

(۲۱)......علامہ آلوسی کا حوالہ

خاتمۃ المحققین، عمدۃ المدققین، مرجعِ اہلِ عراق اور مفتیِ بغداد امام آلوسی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) سورۃ شمس کی آیت ’’والصبح اذا تنفس‘‘ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

وَالظَّاهِرُ اَنَّ التَّنَفُّسَ فِی الْاٰیَةِ اِشَارَةٌ اِلَی الْفَجْرِ الثَّانِی الصَّادِقِ وَهُوَ الْمُنْتَشِرُ ضُوْءُ هٗ مُعْتَرِضًا بِالْاُفُقِ بِخِلَافِ الْاَوَّلِ الْکَاذِبِ وَهُوَ مَا یَبْدُوْ مُسْتَطِیْلًا وَاَعْلَاهُ اَضْوَأُ مِنْ بَاقِیْهِ ثُمَّ یَعْدِمُ وَتَعْقُبُهٗ ظَلَمَةٌ اَوْ یَتَنَاقَصُ حَتّٰی یَنْغَمِرَ فِی الثَّانِیْ عَلٰی زَعْمِ بَعْضِ اَهْلِ الْهَیْئَةِ اَوْ یَخْتَلِفَ حَالُهٗ فِیْ ذَالِکَ تَارَةً وَتَارَةً بِحَسْبِ الْاَزْمِنَةِ وَالْعُرُوْضِ عَلٰی مَاقِیْلَ(وَبَعْدَ اَسْطُرٍ [۲])

---

[۱] (الفشتالي(۱۲۰۸ هـ 1794ء) سليمان بن أحمد الفشتالي، أبو الربيع :فقيه مالكى مغربى، له علم بالتوقيت والفلك.من كتبه (شرح سلك اللآلى فى مثلث الغزالى) و (شرح على عويص رسالة الماردينى - ط) على الحجر بفاس.فى الربع المجيب (الاعلام للزركلى، ج۳ص ۱۲۱)

[۲] درمیان کی عبارت یہ ہے:

وسمى هذا الكاذب عارضا ففى خبر مسلم لا يغرنكم أذان بلال ولا هذا العارض لعمود الصبح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ثُمَّ الظَّاهِرُ اَنَّ تَنَفُّسَ الصُّبحِ وَضِيَائَهُ بِوَاسِطَةِ قُرْبِ الشَّمْسِ اِلَى الْاُفُقِ الشَّرْقِ بِمِقْدَارٍ مُعَيَّنٍ وَهُوَ فِي الْمَشْهُوْرِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءً ا (روح المعانی، سورۃ التکویر)

ترجمہ: ''اورظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں فجرِ ثانی یعنی صبح صادق کی طرف اشارہ ہے،اورصبح صادق وہ ہے،جس کی روشنی منتشراوراُفق کی چوڑائی میں ہوتی ہے بخلاف صبح کاذب کے،اور صبح کاذب وہ ہے جس کی روشنی لمبی ہوتی ہے،اوراس کا اوپر والا حصہ باقی حصہ سے زیادہ روشن ہوتا ہے، پھر وہ روشنی ختم ہوکراندھیرا ہوجاتا ہے، یا بعض ہیئت دانوں کے گمان کے مطابق اس کی روشنی کم ہوتے ہوتے صبح صادق میں منغمر ہوجاتی ہے، یا پھراس کی حالت مختلف زمانوں اورعلاقوں کے اعتبار سے مختلف ہوتی رہتی ہے،جیسا کہ کہا گیا......پھرظاہر یہ ہے کہ صبح کا تنفس(جس سے مرادصبح صادق ہے)اوراس کی روشنی ایک مقرر اندازے کے بقدرسورج کے مشرقی افق کے قریب ہونے کے واسطہ سے ہوتی ہے،اوروہ مقدارمشہور یہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حتى يستطير أى ينتشر ذلک العموم فى نواحى الأفق .و كلام بعض الأجلة يشعر بأنه فيها إشارة إلى الكاذب حيث قال يؤخذ من تسمية الفجر الأول عارضا للثانى أنه يعرض للشعاع الناشىء عنه الفجر الثانى انحباس قرب ظهوره كما يشعر به التنفس فى قوله تعالى والصبح إذا تنفس فعند ذلک الانحباس يتنفس منه شىء من شبه كوة والمشاهد فى المنحبس إذا خرج بعضه دفعة أن يكون أوله أكثر من آخره ويعلم من ذلک سبب طول العمود وإضاء ة أعلاه إلى آخر ماقال وفيه بحث .

اس عبارت میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے جن الفاظ کے ساتھ مسلم کے حوالہ سے خبر ذکر کی ہے،ہمیں تلاش کے باوجود یہ الفاظ حدیث میں نہیں ملے،اوراس کے بعد علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بعض حضرات کے ایک قول کو ذکر کیا ہے، کہ''والصبح اذا تنفس'' میں کاذب کی طرف اشارہ ہے۔

مگر علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قول مرجوح ہے،اورراجح یہی ہے کہ اس آیت میں صبح سے مرادصادق ہے،جیسا کہ ابتدائے کلام کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔

والظاهر ان التنفس فى الآية اشارة الى الفجر الثانى الصادق .

اورعلامہ آلوسی رحمہ اللہ اسی عبارت سے چندسطور پہلے فرماتے ہیں کہ:

والصبح إذا تنفس فإنه أول النهار(روح المعانى، سورة التكوير)

اورسورہ فجر میں فرماتے ہیں:

والفجر أقسم سبحانه بالفجر كما أقسم عز و جل بالصبح فى قوله تعالى والصبح إذا تنفس فالمراد به الفجر المعروف كما روى عن على كرم الله تعالى وجهه وابن عباس وابن الزبير وغيرهم رضى الله تعالى عنهم (روح المعانى، سورة الفجر)

ہے کہ اٹھارہ درجہ ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے پہلے تو ''والصبح اذا تنفس'' سے صبح صادق مراد ہونے کو ترجیح دی، اور اس کی حقیقت بیان فرما کر پھر صبح کاذب کا تذکرہ کرتے ہوئے اس روشنی کے ختم ہونے اور اس کے بعد اندھیرا چھا جانے یا اس کی روشنی صبح صادق میں منغمر ہوجانے، یا پھر اس کی حالت مختلف زمانوں اور علاقوں میں مختلف ہوتے رہنے کے اقوال ذکر فرمائے، لیکن اس کی کسی مقدارِ معین کو بیان نہیں فرمایا (بلکہ وہ صبح کاذب کے کسی خاص درجہ پر متعین ہونے کے قائل بھی نہیں ہیں، جیسا کہ پہلے گزرا) البتہ صبح صادق کی معین مقدار ہونے کو ترجیح دی اور اس مقدار کا اٹھارہ درجہ پر مشہور ہونا بیان فرمایا۔ پس بعض لوگوں کا اس موقع پر یہ احتمال پیدا کرنا کہ ممکن ہے کہ اٹھارہ درجے پر جس چیز کی مقدار کو بیان کیا، اس سے مراد کاذب ہو نہ کہ صادق۔ یہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ علاوہ ازیں صادق جیسی اہم چیز کو چھوڑ کر (جس پر کئی شرعی احکام کا مدار ہے) کاذب کے درجے کو بیان کرتے رہنے کا کیا فائدہ، جس سے کوئی شرعی حکم ہی متعلق نہیں (جاری ہے)

(اضافہ واصلاح شدہ پانچواں ایڈیشن) صفحات:584

ماہِ رمضان کے فضائل واحکام

قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں رمضان کے مہینہ کے فضائل واحکام، چاند کے فضائل واحکام، روزے کے فضائل واحکام، سحری کے فضائل واحکام، افطاری کے فضائل واحکام، تراویح کے فضائل واحکام، شبِ قدر کے فضائل واحکام، اعتکاف کے فضائل واحکام، اور ان سے متعلق رائج منکرات وبدعات

جملہ موضوعات پر مکمل؛ مدلل اور سیر حاصل بحث

نَو مَوْلُود کے احکام واسلامی نام

(مع متعلّقہ فضائل)

لڑکے اور لڑکی کی ولادت وکفالت اور پرورش کے فضائل واحکام، نومولود کے کان میں اذان دینے، نومولود کی تحنیک کرنے، نومولود کا نام تجویز کرنے، نومولود کے عقیقہ اور ختنہ وغیرہ کے مدلّل ومفصّل احکام اور متعلّقہ فضائل، نام تجویز کرنے سے متعلق اسلامی ہدایات واحکامات، اور اسلامی ناموں کی فہرست

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

بسلسلہ : تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ رجب: پانچویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ رجب ۴۰۱ھ: میں حضرت ابوعبید احمد بن محمد بن محمد بن ابوعبید عبدی ہروی فاشانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (وفیات الاعیان ج ۱ ص ۹۶، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۴ ص ۸۵، سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۱۴۷)

□......ماہِ رجب ۴۰۲ھ: میں حضرت قاضی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن عبداللہ بن یحییٰ بن حاتم جعفی کوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۱۰۲، تاریخِ بغداد ج ۵ ص ۴۷۲)

□......ماہِ رجب ۴۰۳ھ: میں حضرت ابوالحسین محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن جمیع غسانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۱۵۶)

□......ماہِ رجب ۴۰۴ھ: میں حضرت ابوالطیب سہل بن ابی سہل محمد بن سلیمان بن محمد عجلی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۲۰۹، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۴ ص ۳۹۶)

□......ماہِ رجب ۴۰۵ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن موسیٰ بن قاسم بن صلت بن حارث بن مالک عبدری بغدادی جراحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۱۸۷، تاریخِ بغداد ج ۵ ص ۹۴)

□......ماہِ رجب ۴۰۷ھ: میں حضرت ابوالحسین محمد بن احمد بن قاسم بن اسماعیل ضبی محاملی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۲۶۵، تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۳۳۴، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۴ ص ۱۰۴)

□......ماہِ رجب ۴۰۸ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن عبیداللہ بن یحییٰ بغدادی مؤدب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۲۲۱، تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۳۹)

□......ماہِ رجب ۴۱۰ھ: میں حضرت عبدالواحد بن محمد بن عثمان ابوالقاسم بن ابوعمرو بجلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۱۴، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۵ ص ۲۲۹)

□......ماہِ رجب ۴۱۱ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن موسیٰ بن عبداللہ بن اسحاق زاہد روشنائی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۵ ص ۱۴۹)

□......ماہِ رجب ۴۱۲ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن عبدالواحد بن محمد بن ہشام بن موسیٰ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۲۶۹)

□......ماہِ رجب ۴۱۳ھ: میں حضرت ابوالمطر ف عبدالرحمٰن بن مروان بن عبدالرحمٰن انصاری قرطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۳۴۳)

□......ماہِ رجب ۴۱۵ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ بن ابراہیم بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن داؤد بن عیسیٰ ہاشمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۸)

□......ماہِ رجب ۴۱۵ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ ابراہیم بن احمد ہاشمی عباسی عیسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۳۲۱)

□......ماہِ رجب ۴۱۷ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن ابوجعفر اخرمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۴۱۲)

□......ماہِ رجب ۴۱۸ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن محمد بن احمد بن روزبہان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (تاریخِ بغداد ج۳ ص ۲۳۱)

□......ماہِ رجب ۴۱۹ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن علی بن محمد بن حید بن عبدالجبار نیشاپوری جوہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۳۸۸)

□......ماہِ رجب ۴۲۴ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بیضاوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (طبقات الشافعیة الکبریٰ ج ۴ ص ۱۵۳، تاریخِ بغداد ج۵ ص ۴۷۶)

□......ماہِ رجب ۴۲۵ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب خوارزمی برقانی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۴۶۶، طبقات الشافعیة الکبریٰ ج ۴ ص ۴۸، طبقات الحفاظج ۱ ص ۸۴، تذکرة الحفاظ ج۳ ص ۱۰۷۵، تاریخِ بغداد ج۴ ص ۳۷۵)

□......ماہِ رجب ۴۲۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ منصور بن رامش بن عبداللہ بن زید نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۵۴۰)

□......ماہِ رجب ۴۲۸ھ: میں حضرت ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان بغدادی قدوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۵۷۵، وفیات الاعیان ج ۱ ص ۷۹، تاریخِ بغداد ج۴ ص ۳۷۷)

□......ماہِ رجب ۴۲۹ھ: میں حضرت ابوالولید یونس بن عبداللہ بن محمد بن مغیث بن محمد بن عبداللہ بن صفار قرطبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۵۷۰)

□......ماہِ رجب ۴۳۲ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن سلیمان بن علی بن عمران مقری واسطی رحمہ اللہ کی

Idara Ghufran

وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۴ص ۱۸۰)

□......ماہِ رجب ۴۳۴ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن عمر بن محمد بن عبداللہ کاتب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۸ص ۸۳)

□......ماہِ رجب ۴۳۵ھ: میں حضرت ابوبکراحمد بن حسن بن محمد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (تاریخِ بغداد ج۴ص ۹۳)

□......ماہِ رجب ۴۳۸ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن محمد بن عمر بن قاسم نرسی بزازرحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۷ص ۴۲۵)

□......ماہِ رجب ۴۳۹ھ: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن احمد بن محمد بن علی بن حسن قصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۴ص ۴)

□......ماہِ رجب ۴۴۰ھ: میں حضرت ابومنصوراحمد بن محمد بن احمد بن علی صیرفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ص ۳۷۹)

□......ماہِ رجب ۴۴۱ھ: میں حضرت ابوالقاسم علی بن عبداللہ بن حسین بن علی بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن زید علوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۱۲ ص ۹)

□......ماہِ رجب ۴۴۲ھ: میں حضرت ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد بن حسن بن اسحاق بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج۴ص ۳۸۰)

□......ماہِ رجب ۴۴۵ھ: میں حضرت ابوعبداللہ مطہر بن محمد بن ابراہیم شیرازی صوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۱۳ص ۲۲۰)

□......ماہِ رجب ۴۴۶ھ: میں حضرت ابوالحسین محمد بن شیخ عفیف ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابونصرعثمان بن قاسم بن معروف تمیمی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۶۴۹)

□......ماہِ رجب ۴۴۷ھ: میں ستیتہ بنت قاضی ابوالقاسم عبدالواحد بن محمد بن عثمان بجلی رحمہا اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۱۴ ص ۴۴۶)

□......ماہِ رجب ۴۵۰ھ: میں حضرت ابوالفتح عبدالوہاب بن عثمان بن فضل بن جعفرمخزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۱۱ ص ۳۴)

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

جانوروں کے حقوق وآداب (قسط۷)

جانور کونشانہ بازی اور قتل کے لئے باندھ کر رکھنے کا گناہ

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ تُصْبَرَ بَهِيْمَةٌ أَوْ غَيْرُهَا لِلْقَتْلِ (بخاری حدیث نمبر ۵۰۹۰، کتاب الذبائح والصید، باب ما یکرہ من المثلة والمصبورة والمجثمة)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ آپ نے چوپائے یا غیر چوپائے (کسی بھی جانور) کو قتل کے لئے باندھ کر کھڑا کرنے سے منع فرمایا ہے (ترجمہ ختم)

خواہ جانور کو باندھ کر اس طرح کھڑا کیا جائے، کہ اس پر نشانہ بازی کر کے اس کو قتل کیا جائے، یا نشانہ بازی تو نہ کی جائے، لیکن اس کو باندھ کر بھوکا پیاسا چھوڑ دیا جائے، اور اس طرح اس کو قتل کیا جائے، ممانعت ان دونوں صورتوں میں ہے۔ [1]

---

[1] وعن ابن عمر رضی الله عنهما قال سمعت رسول الله ينهى أن تصبر بصيغة المجهول أى تحبس بهيمة أو غيرها أى من ذوات الروح بلا أكل وشرب حتى تموت فقوله للقتل أى لأجل قتله بالحبس الموصوف وفى شرح السنة أراد به أن يحبس الحيوان فيرمى إليه حتى يموت متفق عليه وروى أحمد ومسلم وابن ماجه عن جابر أنه نهى عن أن يقتل شىء من الدواب صبرا أى حبسا وروى أبو داود عن أبى أيوب ولفظه منهى عن قتل الصبر ومن غريب ما ذكر فى التواريخ أن الحجاج قتل مائة وعشرين ألفا صبرا أى غير من قتله عسكره فى الحرب ما بين صحابى وتابعى وشريف وضعيف وعنه أى عن ابن عمر رضى الله عنهما أن النبى لعن من اتخذ شيئا فيه الروح غرضا بمعجمتين بينهما راء أى هدفا زنة ومعنى وهو ما ينصبه الرماة ويقصدون إصابته من قرطاس وغيره متفق عليه وعن جابر مرفوعا لعن الله من مثل الحيوان أى قطع بعض أعضائه كالأذن والذنب وغيرهما رواه أحمد والشيخان والنسائى وعن ابن عباس رضى الله عنهما أن النبى قال لا تتخذوا شيئا فيه الروح غرضا قال النووى هذا النهى للتحريم لقوله لعن الله من فعل هذا ولأنه تعذيب للحيوان وإتلاف لنفسه وتضييع لماليته وتفويت لذكاته إن كان مذكى ولمنفعته إن لم يكن مذكى (مرقاة، كتاب الصيد والذبائح)

اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَنْهٰى أَنْ تُصْبَرَ بَهِيْمَةٌ أَوْ غَيْرُهَا لِقَتْلٍ، وَإِنْ أَرَدْتُمْ ذَبْحَهَا فَاذْبَحُوْهَا "(مسند أحمد حديث نمبر ٥٦٨٢)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ آپ نے چوپائے یا غیر چوپائے (کسی بھی جانور) کو قتل کرنے کے لئے باندھ کر کھڑا کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اگر تم جانور کو ذبح کرنا چاہتے ہو، تو اس کو ذبح کردو (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ اگر جانور کو کھانے وغیرہ کی ضرورت کے لئے ذبح کرنا ہے، تو ذبح کر لینا چاہیے، اور اس کو قتل کرنے کے لئے باندھ کر کھڑا نہیں کرنا چاہیے۔

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا (صحيح مسلم حديث نمبر ٥١٧٤، كتاب الصيد والذبائح، باب النهى عن صبر البهائم، واللفظ لهٗ، سنن النسائى حديث نمبر ٤٤٥٣)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی، جو کسی بھی جاندار چیز کو نشانہ بازی کا ذریعہ بنائے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی جاندار چیز کو محض نشانہ بازی کا تختۂ مشق بنانا ملعون عمل ہے، اور اس کو ملعون عمل قرار دینا، اس کے کبیرہ اور سخت گناہ ہونے کی دلیل ہے۔

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ أَنْ يُتَّخَذَ الرُّوْحُ غَرَضًا .(مصنف ابن ابى شيبة، حديث نمبر ٢٠٢٢١، كتاب الصيد، باب مَا قَالُوا :فِي الطَّيْرِ وَالشَّاةِ يُرْمَى حَتَّى يَمُوتَ ؟)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے کسی جاندار چیز کو نشانہ بازی کا ذریعہ بنانے سے منع فرمایا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ہشام بن زید بن انس کہتے ہیں کہ:

دَخَلْتُ مَعَ أَنَسٍ دَارَ الإِمَارَةِ وَقَدْ نَصَبُوْا دَجَاجَةً وَهُمْ يَرْمُوْنَهَا ، فَقَالَ :نَهٰى

رَسُوْلُ اللّٰہِ أَنْ تُصَبَّرَ الْبَھَائِمُ (مصنف ابن ابی شیبة،حدیث نمبر ۲۰۲۲۲، کتاب الصید، باب مَا قَالُوا :فِی الطَّیْرِ وَالشَّاۃِ یُرْمَی حَتَّی یَمُوتَ ؟)

ترجمہ: میں حضرت انس کے ساتھ دارالامارۃ میں داخل ہوا، جہاں لوگوں نے ایک مرغی کو نشانہ بازی کے لئے باندھ کر رکھا ہوا تھا،تو حضرت انس نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو(اس طرح قتل کرنے کے لئے) باندھ کر رکھنے سے منع فرمایا ہے(ترجمہ ختم)

کسی زندہ جانور کو شکار کا آلہ وذریعہ بنانا بھی اس ممانعت وگناہ میں داخل ہے،جیسا کہ شیر کا شکار کرنے والے زندہ بکرے کو شیر کے کھانے کے لئے باندھ کر رکھتے ہیں، یا مچھلی کا شکار کرنے والے کانٹے میں زندہ کینچوؤں یا زندہ مچھلیوں یا زندہ مینڈکوں یا چوہوں وغیرہ کو لگاتے ہیں، یہ سب چیزیں گناہ ہیں۔

اگرکسی وقت اس قسم کی واقعی درجہ میں ضرورت ہو،تو جانور کو شرعی طریقہ پرقتل وذبح کرکے استعمال کرنا چاہئے۔زندہ جانور کواس طرح تکلیف پہنچانا سخت گناہ ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل جو بعض لوگ غلیل یا بندوق لئے پھرتے ہیں، اور بلاضرورت جانوروں پرنشانہ بازی کرتے ہیں،جس سے جانور زخمی یا فوت ہوکرتکلیف اٹھاتے اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں،وہ سخت گناہ گار ہیں۔

جانور کے اعضاء تلف کرنے اور جانور کو مثلہ بنانے کا وبال

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّہٗ :مَرَّ عَلٰی قَوْمٍ، وَقَدْ نَصَبُوْا دَجَاجَۃً حَیَّۃً یَرْمُوْنَھَا، فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "لَعَنَ مَنْ مَثَّلَ بِالْبَھَائِمِ "(مسند أحمد،حدیث نمبر ۴۶۲۲، واللفظ لہٗ، مصنف ابن ابی شیبة،حدیث نمبر ۲۰۲۱۹،کتاب الصید، باب مَا قَالُوا :فِی الطَّیْرِ وَالشَّاۃِ یُرْمَی حَتَّی یَمُوتَ ؟) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا کچھ لوگوں پرگزر ہوا،جنہوں نے ایک زندہ مرغی کو باندھ رکھا تھا،اوراس پرنشانہ بازی کررہے تھے،تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پرلعنت فرمائی ہے،جو جانوروں کو مثلہ بنائے (ترجمہ ختم)

---

[1] إسنادہ صحیح علی شرط البخاری .المنھال -وھو ابن عمرو الأسدی -احتج بہ البخاری، وباقی رجالہ ثقات رجال الشیخین.(.حاشیة مسند احمد)

اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ مَثَّلَ بِالْحَيَوَانِ (سنن نسائی، حديث نمبر ۴۴۵۴،باب النهی عن المجثمة، سنن البيهقی، حديث نمبر ۱۸۶۰۰،صحيح ابنِ حبان، حديث نمبر ۵۶۱۷)

ترجمہ: حیوان کو مُثلہ بنانے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

جانور کو مثلہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے کسی عضو یا کسی حصہ کو کاٹ دیا جائے، یا تلف کر دیا جائے، جس سے اس کی شکل وصورت بگڑ جائے، خواہ نشانہ بازی کر کے ہو، یا کسی اور طرح۔

اور اس عمل پر لعنت فرمانے سے ظاہر ہوا کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أُنَاسٍ وَهُمْ يَرْمُوْنَ كَبْشًا بِالنَّبْلِ فَكَرِهَ ذٰلِكَ وَقَالَ لَا تُمَثِّلُوْا بِالْبَهَائِمِ (سنن النسائی ، حديث نمبر ۴۴۵۲،باب النَّهْى عَنْ الْمُجَثَّمَةِ ،مسند أبی يعلى الموصلی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا کچھ لوگوں کے پاس سے گزر ہوا، جو ایک مینڈھے کو تیر مار رہے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے یہ عمل ناپسند فرمایا، اور فرمایا کہ تم جانوروں کو مثلہ نہ بناؤ (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُمَثَّلَ بِالْبَهَائِمِ (ابن ماجة، حديث نمبر ۳۱۷۶،كتاب الذبائح،باب النهی عن صبر البهائم وعن المثلة،مصنف ابنِ ابی شيبة، كتاب الصيد،باب مَا قَالُوا :فِى الطَّيْرِ وَالشَّاةِ يُرْمَى حَتَّى يَمُوتَ ؟)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو مثلہ بنانے سے منع فرمایا ہے(ترجمہ ختم)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

---

[1] (لعن الله من مثل بالحيوان) أی صيره مثلة بضم فسكون بأن قطع أطرافه أو بعضها وهو حی وفی رواية بالبهائم واللعن دليل التحريم .(حم ق عن ابن عمر) بن الخطاب .(فيض القدير للمناوی تحت حديث رقم ۷۲۸۳)

قوله من مثل بالتشديد أی صيره مثلة(عمدة القاری كتاب الذبائح والصيد، باب ما يكره من المثلة والمصبورة والمجثمة)

مَـنْ مَثَّـلَ بِذِیْ رُوْحٍ، ثُمَّ لَمْ یَتُبْ مَثَّلَ اللّٰہُ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ "(مسند احمد حدیث نمبر ۵۶۶۱) ؎۱

ترجمہ: جس نے کسی جاندار کو مُثلہ بنایا، پھر اس سے توبہ نہیں کی، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو مثلہ بنائیں گے (ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹنا اور اس کی چیر پھاڑ کرنا جائز نہیں۔

البتہ اگر کسی جانور کی بیماری کے علاج معالجہ کے لئے بطور آپریشن یہ عمل کیا جائے، تو وہ الگ معاملہ ہے۔

جو لوگ جانوروں کو کسی چوکے یا سخت چابک (Whip) وغیرہ سے مارتے ہیں، وہ بھی اس گناہ میں داخل ہیں۔

پس کسی جانور کے اعضاء کو تلف کرنا اور اس کے کسی عضو کو کاٹ کر اور ناکارہ بنا کر جانور کو ناقص اور عیب دار بنا دینا، شریعت کی نظر میں سخت گناہ اور ملعون عمل ہے۔

زندہ جانور کا الگ کیا ہوا عضو مردار ہے

اس موقع پر کسی کو یہ شبہ پیش آ سکتا تھا کہ جو جانور حلال ہے، جس طرح ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت پوست کھانا جائز ہوجاتا ہے، اسی طرح اگر زندہ جانور کے جسم سے کوئی حصہ کاٹ کر کھایا جائے، تو وہ بھی جائز ہونا چاہئے، تو احادیث میں اس کا جواب بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ الـنَّبِـیَّ صَـلَّـی الـلّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُطِعَ مِنَ الْبَھِیْمَۃِ وَھِیَ حَیَّۃٌ فَمَا قُطِعَ مِنْھَا فَھُوَ مَیْتَۃٌ (ابنِ ماجۃ، حدیث نمبر ۳۲۰۷، کتاب الصید، باب ما قطع من البھیمۃ وھی حیۃ، واللفظ لہٗ، سنن دارقطنی، حدیث نمبر ۴۸۵۴)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ زندہ جانور کا کوئی عضو نہ کاٹا جائے، پس جو عضو اس سے (اس سے زندہ ہونے کی حالت میں) کاٹ لیا جائے گا، وہ (عضو) مردار ہوگا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

؎۱ قال الھیثمی:
رواہ أحمد ورجالہ ثقات (مجمع الزوائد ج۴ ص۳۲)

قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ وَهُمْ یَجُبُّوْنَ أَسْنِمَةَ الْإِبِلِ وَیَقْطَعُوْنَ أَلْیَاتِ الْغَنَمِ فَقَالَ مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِیْمَةِ وَهِیَ حَیَّةٌ فَهِیَ مَیْتَةٌ (ترمذی، حدیث نمبر ۱۴۰۰ ،ابواب الاطعمة، باب مَا قُطِعَ مِنَ الْحَیِّ فَهُوَ مَیِّتٌ،واللفظ له،مسندأحمد ، حدیث نمبر ۲۱۹۰۳)

ترجمہ: نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے، اور مدینہ کے لوگ اونٹ کی کوہان کو کاٹتے تھے، اور بکری (دنبہ) کی چکتی کو کاٹ لیا کرتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زندہ جانور کا جو عضو کاٹ لیا جائے، وہ مردار ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالُوْا :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أُنَاسًا یَجُبُّوْنَ أَسْنِمَةَ الْإِبِلِ ، وَأَذْنَابَ الْغَنَمِ ، وَهِیَ أَحْیَاءُ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِیْمَةِ ، وَهِیَ حَیَّةٌ فَهُوَ مَیْتَةٌ (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۱۲۶۲)

ترجمہ: صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کچھ لوگ زندہ اونٹ کی کوہان کو اور زندہ بکری کی دم کو کاٹ لیتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو زندہ جانور سے عضو کاٹ لیا جائے، تو وہ مردار ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ جِبَابِ أَسْنِمَةِ الْإِبِلِ وأَلْیَاتِ الْغَنَمِ وَقَالَ "مَا قُطِعَ مِنْ حَیٍّ فَهُوَ مَیِّتٌ "(مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۷۷۰۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے اونٹ کی کوہان اور بکری (دنبے) کی چکتی کے کاٹ لینے کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زندہ جانور سے جو عضو کاٹ لیا جائے، وہ مردار ہے (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹ لینا گناہ ہے، جس سے جانور کو تکلیف کا ہونا بھی ظاہر ہے، اور اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی، اور وہ کٹا ہوا عضو مردار ہے، جس کا کھانا جائز نہیں۔

---

[1] قال الحاکم : " هَذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلَی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ وَلَمْ یُخَرِّجَاهُ "
وقال الذهبی فی التلخیص :علی شرط البخاری ومسلم(حواله بالا)

البتہ زندہ جانور کے جسم سے ضرورت کے وقت اون اور بال کاٹنا جائز ہے، اور وہ پاک ہیں، کیونکہ بالوں میں روح نہیں ہوتی، اس لئے بذاتِ خود بالوں کے کاٹنے سے جانوروں کو تکلیف نہیں ہوتی۔

لیکن جانوروں کے مخصوص جگہ کے بال جن سے ان کی ضرورت ومصلحت وابستہ ہے، مثلاً پونچھل کے بال، ان کو کاٹنا منع ہے، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ [۱]

مسئلہ:......اگر کسی نے جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کر دیا، لیکن ابھی تک وہ جانور پوری طرح ٹھنڈا نہیں ہوا، اور اس میں زندگی کے کچھ آثار مثلاً حرکت باقی ہے، تو ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کے بدن سے کوئی عضو کاٹنا گناہ ہے، لیکن اگر اس صورت میں کسی نے کوئی عضو کاٹ لیا، تو اس عضو کا کھانا حلال ہوگا۔ [۲] (جاری ہے)

(ماخوذ از ''جانوروں کے حقوق وآداب'' ص ۷۰ تا ۷۸، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

---

[۱] حدثنا سليمان بن شعيب الكيساني ,قال :حدثنا يحيى بن حسان ,قال :حدثنا سليمان بن بلال ,ومسور بن الصلت ,عن زيد بن أسلم ,عن عطاء بن يسار ,قال :المسور عن أبى سعيد الخدرى ,أن رسول الله ﷺ سئل عن جباب أسنمة الإبل وأليات الغنم فقال " :ما قطع من حى فهو ميت - "فقال قائل :فكيف تقبلون هذا عن رسول الله ﷺ، وفيه ما يوجب أن ما قطع من البهيمة من شعر أو صوف وهى حية أنه ميت وكتاب الله عز وجل يدفع ذلك، قال الله :(والله جعل لكم من بيوتكم سكنا وجعل لكم من جلود الأنعام بيوتا تستخفونها يوم ظعنكم ويوم إقامتكم ومن أصوافها وأوبارها وأشعارها أثاثا ومتاعا إلى حين) (النحل 80 :) فأعلمنا الله عز وجل أنه قد جعل لنا الأصواف والأوبار والأشعار متاعا فكيف يجوز أن تكون ميتة وقد جعلها الله لنا متاعا فكان جوابنا له فى ذلك بتوفيق الله عز وجل وعونه أن الذى فى الحديثين اللذين رويناهما فى هذا الباب لا يخالف ما فى الآية التى تلوناها فيه ؛ لأن الذى فى ذينك الحديثين إنما هو على أسنام الإبل وعلى أليات الغنم المقطوعة منها، وهى أحياء مما لو ماتت قبل ذلك ماتت تلك الأشياء بموتها ,والشعر والصوف والأوبار ليست كذلك ؛ لأنها لا تموت بموتها ؛ ولأن الأسنمة والأليات ترى فيها صفات الموت بموت من هى منه من فسادها وتغير روائحها ,والصوف والشعر والأوبار ليست كذلك ؛ لأن ذلك كله معدوم فيها ,فما كان مما يحدث صفات الموت فيه بحدوثه فيما هو منه ومن الأسنمة ومن الأليات فله حكم ما فى هذين الحديثين، وما لا يحدث فيه من صفات الموت بموت ما هو كائن فيه كان خارجا من ذلك وداخلا فى الآية التى تلونا وقد دل على ذلك ما قد روى عن رسول الله ﷺ(شرح مشكل الآثار للطحاوى، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله ﷺ من قوله "ما قطع من حى فهو ميت ")

[۲] رجل ذبح شاة وقطع الحلقوم ، والأوداج إلا أن الحياة فيها باقية فقطع إنسان منها قطعة يحل أكل المقطوع لأن المخصوص بعدم الحل ما أبين من الحى وهذا لا يسمى حيا مطلقا (الجوهرة النيرة، كتاب الصيد والذبائح)

بسلسلہ : اصلاح و تزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب

نفس کی نعمت، اور اس کی اصلاح کی ضرورت (تیسری و آخری قسط)

یہ خطاب حضرت ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب مدظلہم نے مدرسہ حنفیہ اشرفیہ، فیکٹری کوارٹرز، مغل آباد، راولپنڈی میں یکم ذی الحجہ ۱۴۳۰، بمطابق ۱۹/ نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات بعد نمازِ مغرب علماء و طلباء کے مجمع سے فرمایا، اس کو مولانا ناصر صاحب زید مجدہٗ نے محفوظ اور نقل فرمایا، اب حضرت مدیر صاحب کی نظرِ ثانی کے بعد یہ مضمون شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

بیعت ہونے کے فوائد

اب اصل بات جو میں یہ بتا رہا ہوں کہ اللہ والوں اور بزرگوں کے پاس رہنے سے اصلاح ہوتی ہے، اس کے بغیر اصلاح نہیں ہوسکتی۔ ہم نے حضرت سے کہا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ بیعت ہونے سے کیا فائدہ؟ حضرت نے فرمایا کہ:

بھائی دیکھو! بیعت ہونے کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ بیعت ہونے سے سلسلے کے سارے بزرگوں کا سایہ بیعت ہونے والے کے سر پر آ جاتا ہے، اور حضور ﷺ تک یہ سلسلہ ملا ہوا ہے، کیونکہ تمام بزرگوں کا سلسلہ حضور ﷺ تک ہے، تو اس طرح سب کا سایہ اُس کے سر پر آ جاتا ہے، اور تمہیں کیا چاہیے؟ کوئی ایسی چیز ہے کہ جو سب کا سایہ تمہارے سَر پر قائم کردے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک تو بیعت کا یہ فائدہ ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے جتنے صحابہ تھے، اُن کو صحابہ کا لقب کیوں ملا؟ اور کوئی لقب کیوں نہیں ملا؟ عاشقِ رسول یا عشاق وغیرہ جیسے لقب ملتے؛ لیکن نہیں، صحبت کا لقب ملا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی صحبت اُٹھائی۔ تو جب تک کسی کی صحبت نہیں اُٹھاؤ گے، کچھ نہیں بن سکتے۔ لاکھ ریاضتیں کرو، لاکھ مجاہدے کرو، کچھ نہیں۔

بغیر مُرشِد کی ہدایت کے مجاہدہ کرنا غلط طرزِ عمل ہے

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ:

ایک بزرگ تھے، وہ پہاڑی کے اوپر رہتے تھے، اور سال میں ایک دفعہ وہ لوگوں کو زیارت کراتے تھے۔ بڑی دنیا جاتی تھی اُنہیں دیکھنے کے لیے۔ حاجی صاحب کو خیال ہوا کہ چلو بھائی! ایک بزرگ دنیا کو چھوڑے ہوئے پہاڑی پر رہتا ہے، ہم بھی جا کر دیکھ لیتے ہیں، کہ کون ہیں؟ دیکھا کہ ایک موم کی ٹکیا آنکھ کے اوپر رکھی ہوئی ہے، اور ناک میں ایک بتی لگائی ہوئی ہے، بیٹھے ہوئے ہیں اور دنیا زیارت کر رہی ہے۔ حضرت نے اُن سے پوچھا کہ یہ آپ کو کوئی تکلیف ہے جو آپ نے یہ ایک موم کی ٹکیا لگائی ہوئی ہے، انہوں نے کہا کہ:

> جب ایک آنکھ سے دیکھ سکتا ہوں تو دوسری آنکھ استعمال کرنے کی کیا ضرورت؟...... حاجی صاحب نے کہا کہ اچھا، اور یہ جو ناک میں ہے؟...... انہوں نے کہا کہ یہ بھی ایسا ہی ہے کہ ایک نتھنے سے سانس لیتا ہوں، تو دوسرے کی کیا ضرورت؟...... حاجی صاحب نے کہا کہ چلیے یہ تو ٹھیک ہے، لیکن وضو اور غسل کرتے وقت کیا کرتے ہو؟ کیا یہ ٹکیا اور بتی لگی رہتی ہے؟...... انہوں نے کہا کہ ہاں لگی رہتی ہے...... حاجی صاحب نے کہا کہ آپ کی آج تک کی کوئی نماز نہیں ہوئی، اور نہ کوئی غسل ہوا؛ تم جا کر پہلے وضو اور نماز کے مسائل سیکھو، بعد میں پہاڑی پر آنا، تم نے یہاں آ کر خوامخواہ اپنی عمر ضائع کی ہے۔

تو حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے طور پر کچھ بھی کرے، عبادت کرے، ریاضت کرے، ذکر کرے، جو کچھ کرے، اُس کا وہ مقام نہیں ہوسکتا، جو مرشد کی صحبت کے بعد ہوسکتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مرشد کی تعلیم میں ایک تو برکت ہوتی ہے، دوسری یہ کہ سلسلہ کی برکت اس کے ساتھ ہے، دونوں باتیں اس کے ساتھ مل جاتی ہیں، خلاصہ میری بات کا یہ سمجھ لیجیے کہ بغیر مُرشد کے کوئی کام انسان کا سیدھا نہیں ہوتا۔ ہم نے حضرت سے یہ پوچھا کہ حضرت صرف عبادات کے لیے مرشد کی ہدایات لینا ضروری ہے، یا دنیاوی معاملات کے لیے بھی۔ حضرت فرمانے لگے کہ دنیاوی معاملات کے لیے بھی ہے، کوئی بھی کام کرو، شیخ سے پوچھو کہ میں یہ کام کرنا چاہتا ہوں۔

مُرشد کی ہدایات کے بغیر نفس کی اصلاح آدمی خود نہیں کرسکتا

تو میں بتانا یہ چاہ رہا تھا کہ بھائی دیکھو! اس نفس کی اصلاح آدمی خود نہیں کرسکتا، کیا چیز ہوتی ہے، کہاں سے چلتی ہے، اور کہاں جا کر ختم ہوتی ہے، یہ آپ کو شیخ بتائیں گے کہ اگر آپ نے یہ بات کی تو کل کو یہ بھی

کروگے، اس لیے ہم اس سے روکتے ہیں کہ فلاں کام مت کرو، فلاں جگہ پر مت جاؤ۔

ایک گناہ کی ابتداء ہوتی ہے، ابتداء میں وہ عمل گناہ نہیں ہوتا، لیکن شیخ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ شخص آج کو یہ کام کرے گا، تو کل دوسرا کام بھی کرے گا، جو گناہ ہوگا، سترہ سو کام ایسے ہیں کہ جو ہم کرتے ہیں، اور ہمیں یہ نہیں پتہ کہ کل کو کیا نتیجہ نکلے گا، اور بات کہاں تک پہنچے گی؟

اس وجہ سے شیخ کی ضرورت ہے، حضور اکرم ﷺ نے اپنی صحبت سے صحابہ کو سنوارا، شیخ کی صحبت سے انسان سنورتا ہے، جب تک آپ شیخ نہیں اختیار کریں گے، آپ اپنے نفس کی اصلاح نہیں کر سکتے، کوئی دنیا دار آج تک ایسا پیدا ہی نہیں ہوا جو کہے کہ میں نے اپنے نفس کی اصلاح بغیر شیخ کے کر لی۔

اس لیے کہ کتنی عبادتیں ایسی ہیں کہ بظاہر عبادت ہیں اور حقیقت میں گناہ ہیں، ایک آدمی ریا کے لیے نماز پڑھتا ہے، دِکھاوے کی نماز پڑھتا ہے، وہ عبادت تو کر رہا ہے، لیکن حقیقت میں عبادت نہیں ہے۔

تو شیخ آپ کو اعمال میں سے چھانٹ کر بتائے گا کہ یہ کام کرو، اتنا کرو، اتنا مت کرو۔

ہمارے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے بہت سوں کا ذکر بند کر دیا کہ آج سے ذکر مت کرنا، تمہارے خشکی آ گئی ہے، ٹھنڈائی پیو، بادام گھوٹ کر پیو، چہار مغز گھوٹ کر پیو، اور حکیم سے جا کر علاج کراؤ۔

اب وہ ذکر کر رہا تھا، ذکر بند ہو گیا، ٹھنڈائی پلائی گئی۔

شیخ ہی تو بتائے گا، اور کون بتائے گا، ورنہ تو دماغ کی خشکی میں بہت کچھ نظر آنے لگتا ہے، انسان کہاں کہاں کی سیر کرتا ہے، ایسی حالت میں تو وہ کہے گا کہ میں تو بہت بڑا ولی بن گیا ہوں؟ آسمان کی سیر کر رہا ہوں، حالانکہ کچھ نہیں، وہ تو دماغ میں خشکی آئی ہوئی ہے، تو یہ بات شیخ بتائے گا۔

تو بھائی اگر کسی کو اپنے نفس کی اصلاح کرنی ہے، اپنی آخرت کو درست کرنا ہے، تو پہلے شیخ سے رابطہ کرو۔

اللہ میاں کے یہاں خلوص دیکھا جاتا ہے، مقدار نہیں

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن علماء، عابدین سے سوال ہوگا کہ تم نے دنیا میں عبادت تو کی، دنیا تمہیں بہت عبادت گزار کہتی تھی، لیکن میرے لیے کیا عمل کیا۔

حضرت جنید سے اللہ میاں کی طرف سے سوال ہو رہا ہے کہ دنیا یہ کہتی ہے کہ تم نے بہت زیادہ عبادت کی ہے، راتوں کو جاگے ہو، تم نے علم بھی پڑھا، پڑھایا بھی، بیعت بھی کیے، سب کچھ کیا، بزرگ بھی بنے ہو، لیکن بھائی میرے لیے کیا کیا؟...... حضرت جنید سوچ رہے ہیں کہ کیا جواب دوں؟ اُن کے پاس کوئی

جواب نہیں تھا۔ اللہ میاں نے کہا کہ ہاں ایک عمل تمہارا ہے کہ تم فلاں دن جنگل میں جا رہے تھے، راستے میں ایک کانٹے دار جھاڑی پڑی ہوئی تھی، تم نے اس کو اُٹھا کر اس وجہ سے کہ کسی کے پیروں میں لگے گی تو کانٹے چُبھیں گے، ایک طرف ڈال دی، اس وقت کوئی دیکھ نہیں رہا تھا، تم اکیلے تھے۔

جاؤ اس عمل کی وجہ سے تمہیں بخش دیا۔

تو اللہ میاں کے یہاں Quantity (مقدار) نہیں دیکھی جاتی کہ آپ نے کتنی عبادت کی، کتنی نمازیں پڑھیں، عمل کی روح دیکھی جاتی ہے۔

ایک طوائف ایک جنگل میں سے کسی کتے کو اُٹھاتی ہے، کتا پڑا ہوا ہے، زبان باہر نکلی ہوئی ہے، وہ طوائف اُس کتے کو گود میں اُٹھا کر لے گئی، اور جا کر اپنا دوپٹہ پھاڑ کر اور کنویں میں پتھر باندھ کر ڈبویا، اور کتے کے منہ میں پانی نچوڑا، کتے نے آنکھ کھول لی، دوبارہ پانی پلایا تو کتا کھڑا ہو گیا، اور چلا گیا، یہ طوائف تھی جس کے عمل آپ خود سمجھ لیں کہ وہ کیا کرتی تھی، لیکن اللہ میاں نے اُس سے یہ کہا کہ تم ایک کتے پر رحم کر سکتی ہو، ہم تمہارے اوپر نہیں کر سکتے، جاؤ؛ اور اللہ میاں نے اُس کو بخش دیا۔

تو اللہ میاں کی رحمت کا ہمیں اندازہ نہیں کہ کس بات سے وہ خوش ہو جائیں، اور کس بات سے ناراض ہو جائیں، کون سی عبادت اُنہیں پسند آ جائے، اور کون سی نہ آئے۔

اس لئے عبادت پر غرور اور گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے، شکر کرنا چاہئے، اور یہ تب ہوگا، جب آپ کا کوئی شیخ ہوگا۔

شمس تبریز اور مولانا رومی

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ کوئی معمولی عالم نہیں تھے، بہت بڑے عالم تھے، اور بیعت کس سے ہوئے؟ شمس تبریز سے، جو بظاہر اتنے بڑے عالم نہیں تھے۔

ایک اتنا بڑا عالم بیعت کس سے ہوتا ہے۔

مولوی ہرگز نہ شود مولائے روم تا غلامِ شمس تبریز نہ شود

شمس تبریز کا اللہ میاں کے ساتھ ایک معاملہ تھا کہ مجھے مریدوں کی قطار نہیں چاہیے، مجھے ایک آدمی چاہیے جو ایسا ہو جو ہزار پر بھاری ہو۔ اللہ میاں نے کہا کہ ٹھیک ہے، لیکن ہم نہیں ڈھونڈیں گے، تم تلاش کرو، جس کے اوپر اُنگلی رکھو گے، ہم تمہیں دیدیں گے۔

اب شمس تبریز ڈھونڈتے پھر رہے ہیں، رومی کے پاس آ کر اُن کا دل ٹُھکا کہ ہاں اس سے کچھ ہو سکتا ہے۔

ایک دن شمس تبریز نے کہا کہ بھائی رومی! یہ تم نے کیا رکھی ہوئی ہیں ......مولانا رومی نے بتایا کہ میری کتابیں ہیں، اب اُس زمانے میں تو ہاتھ سے لکھی ہوئی کتابیں ہوتی تھیں۔

انہوں نے کہا کہ اگر یہ ساری کتابیں میں اونٹ پر لاد کر چلوں تو کیا تم میرے ساتھ چلو گے......مولانا رومی نے جواب دیا کہ جی ہاں، چلوں گا۔اونٹ لائے، اُس کے اوپر مولانا رومی کی ساری کتابیں لادیں اور چل دیے، سمندر کے کنارے پہنچ گئے، اونٹ کو بٹھادیا، اور شمس تبریز نے سمندر میں کتابیں پھینکنی شروع کردیں، مولانا رومی کھڑے دیکھ رہے ہیں کہ یہ کیا ہورہا ہے؟

شمس تبریز نے کہا کہ ارے رومی! بہت رنج ہورہا ہے، تمہیں......مولانا رومی نے عرض کیا کہ ہاں حضرت رنج ہورہا ہے، میری تو ساری عمر کی محنت ہے، اس میں میں نے علم کا بہت ذخیرہ جمع کیا تھا......فرمایا کہ اچھا کوئی بات نہیں، یہ لو، اور اب سمندر سے کتابیں نکال رہے ہیں، اور ہر ایک کتاب خشک ہے، اور جب کتاب کھولتے ہیں تو صفحے خالی، اُن میں کچھ بھی نہیں لکھا ہوا۔

مولانا رومی نے کہا کہ حضرت ان میں تو کچھ بھی نہیں لکھا ہوا......شمس تبریز نے کے کہا کہ ہاں یہی تو میں تمہیں بتانا چاہ رہا ہوں کہ ان میں کچھ نہیں ہے؛ پڑھ لیا جو کچھ تم نے پڑھنا تھا، اب وہ علم سیکھو جو ہم تمہیں دینا چاہتے ہیں......عرض کیا کہ حضرت پھر وہی دیدیجیے......شمس تبریز نے کہا کہ پھر آؤ سینے سے لگو، اور سب کچھ دیدیا۔اب مولانا رومی پہلے تو بیہوش رہے، پھر اس کے بعد ہوش آیا۔

مولانا رومی جب بیہوش ہوتے تھے اُس وقت کاتب بیٹھتے تھے اور مثنوی لکھتے تھے، مولانا رومی نے ہوش میں مثنوی نہیں لکھائی، مثنوی ساری بیہوشی اور کیفیت کے اندر لکھی گئی ہے۔

نفس کی اصلاح کے لئے نیت کرنا ضروری ہے

اب ایک اور بات میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ ہم نے ایک دفعہ ایک بات اپنے حضرت سے پوچھی تھی کہ ہمیں یہ نہیں پتہ چلتا کہ کون سا شیخ کامل ہے، اور کون سا نہیں؟ ہوسکتا ہے کہ ہم جس کو شیخ بنائیں وہ اندر سے شیخ نہ ہو، پھر کیا ہوگا؟ یہ سوال میں نے اپنے حضرت سے کیا؟ حضرت نے فرمایا کہ پھر بھی تمہاری اصلاح ہوگی، اس لیے کہ تم نے جو نیت کی ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں اُس کا بدلہ دیں گے۔

اس لیے کہ مولانا رومی نے ہی لکھا ہے کہ ایک ڈاکو ڈاکے ڈالتا تھا، پھر وہ بوڑھا ہوگیا، اور اس کے ساتھی بھی بوڑھے ہوگئے، اب ڈاکوؤں کے استاد نے کہا کہ ساتھیو! اب کیا کریں؟ اب تو ڈاکے نہیں مار سکتے۔ کچھ

دن سوچتے رہے، ایک دن انہوں نے اپنے استاد سے کہا کہ حضرت آپ یہاں جنگل میں پیر بن کر بیٹھ جائیں، اور ہم آپ کا پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ایک بزرگ جنگل میں ہیں، اور بس! ہماری روٹیوں کا انتظام یہیں ہو جائے گا۔

استاد نے کہا کہ ہاں بات تو ٹھیک ہے، اب وہ پیر بن گئے، اور جناب شہر سے لوگ آرہے ہیں، اور بیعت ہو رہے ہیں، سینکڑوں آرہے ہیں، کوئی بیعت ہو کر چلّے کاٹ رہا ہے، کوئی کچھ کر رہا ہے؛ یہاں تک کہ مریدین نے غیر معمولی باطنی ترقی کر لی، کسی نے فلانا مقام حاصل کر لیا، اور کسی نے فلانا مقام حاصل کر لیا۔ اب مریدین آپس میں کہنے لگے کہ یار ہم نے اتنے مقام حاصل کر لیے، اب شیخ کا بھی تو پتہ کرو کہ اُن کا کیا مقام ہے؟ ہم نے بھی وہ مقام حاصل کر لیا ہے، یا نہیں۔ طے یہ ہوا کہ سب مریدین مراقبہ کریں، کسی کو تو شیخ ملیں گے کہ شیخ کا مقام کیا ہے؟

لیکن مراقبہ کے باوجود کچھ نہیں پتہ چلا کہ شیخ کا مقام کیا ہے، مریدین نے آپس میں کہا کہ بھائی! ابھی تو بہت سفر ہے، اور محنت، مجاہدے کرو، اور مزید ترقی کرو، آخر ایک مرید کہنے لگا کہ یار یہ گستاخی کی بات ہے، شیخ کا مقام ہم کیسے معلوم کریں، شیخ سے خود معلوم کر لو! کہ ہم نے اتنے مقام طے کر لیے ہیں، اب آپ کا کیا مقام ہے۔

اب مریدین شیخ کے پاس پہنچ گئے اور عرض کیا کہ حضرت ایک سوال ہے؟...... شیخ نے کہا کہ ہاں بھائی! ...... عرض کیا کہ ہم نے آپ کی صحبت اور تعلیم سے اتنے مقام طے کر لیے، لیکن آپ کا مقام ہمیں معلوم نہیں ہوا، تو ہمیں آپ سے صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ آپ کا کیا مقام ہے؟

اب جناب شیخ صاحب رونے لگے، مریدین آپس کہنے لگے کہ یار ہم نے کیا پوچھ لیا، شیخ تو رونے لگ گیا۔
اب شیخ یہ سوچ رہا ہے کہ میرے مریدین میں شرابی بھی آئے، زانی بھی آئے، چور بھی آئے، سارے آئے، اور انہوں نے اتنے مقام طے کر لیے، اور میں ابھی تک ڈاکو بنا بیٹھا ہوں، میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔

اب آپ شیخ کو دیکھیں! شیخ نے اپنے مریدین کے سامنے اپنا کچا چٹھا سارا سُنا دیا کہ بھائی میں تو ڈاکو ہوں، ڈاکوؤں کا سردار تھا، یہ میرے چیلے ہیں جو پروپیگنڈا کر رہے ہیں، آپ لوگوں نے مقام حاصل کیے ہیں، میں تو وہی ڈاکو کا ڈاکو ہوں۔

اب مریدوں نے کہا کہ جناب آپ ہمارے شیخ ہیں، چاہے جو کچھ بھی تھے، آپ ابھی توبہ کریں، ہم سب

دعا کرتے ہیں، سب نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے، شیخ سجدے میں گر گیا، اللہ میاں اُس شیخ کو سب مریدوں سے اوپر لے گئے، اس لیے کہ وہ شیخ تھا۔

دو واقعے میں نے پڑھے ہیں، پہلا تو بیان کر دیا، اور دوسرا یہ کہ ایک شخص شیخ کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا، لیکن بہت تلاش کے بعد بھی شیخ نہیں ملا، تو اُس نے کہا کہ بھائی ایسا ہے کہ آج تہجد کے وقت میں اُٹھوں گا، اور باہر نکلوں گا اور جو پہلے مجھے ملے گا، وہ میرا شیخ ہے، اُسی سے میں بیعت ہوں گا۔

باہر نکلا، ایک چور جا رہا تھا، پکڑ لیا کہ مجھے بیعت کرو، اس نے کہا کہ یار پاگل ہو گیا ہے، میرے سے بیعت ہونے کا کہہ رہا ہے...... اُس نے کہا کہ نہیں نہیں، آپ میرے شیخ ہیں...... کہا کہ ارے بھائی! اپنا کام کرو، تمہیں پتہ ہے کہ میں کون ہوں؟...... اُس نے کہا کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، بس آپ میرے شیخ ہیں، مجھے بیعت کر لیں...... کہا کہ یار عجیب آدمی ہو، تمہیں یہ پتہ بھی ہے کہ میں ہوں کون؟...... اُس نے کہا کہ آدمی ہیں آپ، اور ہیں کیا...... انہوں نے کہا کہ میں چور ہوں چور...... اُس نے کہا کہ خیر جو کچھ بھی ہوں، میں تو آپ سے بیعت ہو گیا ہوں...... انہوں نے کہا کہ عجیب مصیبت ہے کہ جب میں کہہ بھی چکا ہوں کہ میں چور ہوں، پھر بھی یہ کہتا ہے کہ میں آپ سے بیعت ہوں گا، میری جان ہی نہیں چھوڑ رہا، پھر کہا کہ اچھا چلو۔

چلے اور ایک جگہ جا کر اُسے وضو کرایا، اور کہا کہ دو رکعت نماز کی نیت باندھ لو، اور سجدے سے جب تک اللہ میاں تمہارا سر نہ اُٹھائیں، نہ اُٹھانا...... عرض کیا کہ بہت اچھا!...... اور پیچھے وہ خود بھی سجدے میں گر پڑا کہ اللہ میاں میں کہاں پھنس گیا، تیری مخلوق ایسی ایسی ہے، اور میں چوری کرتا پھر رہا ہوں، میری اصلاح کر دیجیے۔

اللہ میاں نے فرشتے سے کہا کہ دیکھو! پہلے چور کو اُٹھانا کیونکہ وہ شیخ ہے، اُس کی توبہ قبول ہو گئی، اُس کے سارے کام ہم نے پورے کر دیے، پھر بعد میں اُس کے مرید کو اُٹھانا۔

تو اللہ میاں کے یہاں چوروں کی بھی اس طریقے سے اصلاح ہو جاتی ہے، ایک لمحے میں کہیں کا کہیں پہنچا دیتے ہیں، تو ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ بھائی شیخ کیسا ہے؟ شیخ کی اطاعت کرنی ہے، کبھی دل میں بھی نہیں سوچنا چاہیے۔

تب تو آپ کو فائدہ ہوگا، ورنہ تو نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اختتامی دعا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدٍ .

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً. اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ .رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ. اللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَأَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَأَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَآثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَارْضِنَا وَارْضَ عَنَّا.

اے اللہ ہم آپ کے گناہ گار بندے ہیں، آپ مقلب القلوب ہیں، دِلوں کو بدلنے والے، ہمارے دِلوں کو بدل دیجیے، ہمیں اپنا قربِ خاص عطا فرما دیجیے، ہمیں اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرما، ہر قسم کے شَر اور فتنوں سے محفوظ فرما، اے اللہ! اس مجلس میں جو بھی حاجت مند ہے، یا اللہ اُن کی حاجتوں کو پوری فرما، جو بیمار ہوں اُنہیں شفائے کاملہ، عاجلہ مع العافیت عطا فرما، جو پریشان ہیں اُن کی پریشانیوں کو دُور فرما، جو تنگدست ہوں، انہیں فراخی عطا فرما، جو بے اولاد ہوں، انہیں نیک صالح اولاد عطا فرما، جو صاحبِ اولاد ہیں ان کی اولادوں کو نیک بنا، والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا، انہیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے گھروں میں خیر و برکت عطا فرما، ہمیں اپنی ازدواجی زندگی کے اندر خوشگوار ماحول عطا فرما، اے اللہ اس دنیا میں ہمیں عزت، آبرو، سلامتی، عافیت، ایمان کے ساتھ رکھ، اور جب اس دنیا سے اُٹھائے تو ایمان کے ساتھ اُٹھانا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا. اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمِ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْم. وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .

علم کے مینار مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۳۴)

(سوانح حضرت اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضہم)

فتویٰ نویسی کا خصوصی ذوق اوراس میدان میں آپ کا بلند مقام

فتویٰ نویسی میں آپ کا مزاج و مذاق تحقیق و تنقیح پر مبنی اور احوط و اسہل پہلوؤں کو اختیار کرنے کا رہا ہے، استفتاء قبول کرنے اور فتویٰ جاری کرنے میں آپ اس امر کا اہتمام فرماتے رہے ہیں کہ مستفتی کی طرف سے سوال کی پوری تنقیح و وضاحت ہونی چاہئے، اور پھر جواب میں متعلقہ شرعی حکم کے سب قابل ذکر پہلوؤں کے ساتھ مدلل و مفصل وضاحت ہو۔

فتویٰ دینے یا مسئلہ بتانے میں آپ مخاطب کی اصلاح، خیر خواہی اور مقصدیت کو ملحوظ رکھتے ہیں، کہ مثلاً سائل اگر عملیت اور مقصدیت سے خالی ہو، اور محض شغل کے طور پر یا کسی سے مباحثہ ومکالمہ کے لئے مسائل پوچھنا چاہتا ہے یا عمومی دینی معلومات کی نوعیت کے سوالات پوچھ رہا ہو، اوراس کا عملی زندگی سے تعلق نہ ہو (جس کا اندازہ قرائن سے یا سائل کی بات چیت اور لب ولہجہ سے ہو جاتا ہے)، تو بقدرِ ضرورت مسئلہ واضح کرکے اچھے انداز میں اسے نصیحت فرما کر فضولیات ومہملات میں مبتلا ہونے سے منع فرماتے ہیں، مقصدیت اور عملیت کی طرف اسے متوجہ فرماتے ہیں، مہملیت ولغویت پر حسبِ موقع ومصلحت متنبہ فرماتے ہیں، اور اگر سوال واستفتاء اس قسم کا آجائے، تو مناسب ومختصر جواب لکھ کر ہدایات کا پرچہ ساتھ لگاتے ہیں (جس میں فتویٰ کے متعلق آداب لکھے ہوئے ہیں)، کہ سائل آئندہ ان ہدایات کو ملحوظ رکھ کر شرعی راہنمائی کے لئے رجوع کرے۔ [1]

---

[1] وہ ہدایات یہ ہیں:
(۱)......سوال کے لئے کاغذ صاف ستھرا، عمدہ اور بڑا استعمال فرمائیں (۲)......سوال کی تحریر صاف اور واضح ہو کہ پڑھنے والے کو کسی قسم کی دشواری نہ ہو اور سوال ادھورا نہ ہو مکمل ہو نیز جامع اور مختصر ہو غیر ضروری باتیں درج نہ ہوں (۳)......بہتر یہ ہے کہ سوال کے لئے سیاہ قلم استعمال فرمائیں (۴)......جس کاغذ پر سوال لکھا ہے اسی کاغذ پر آخر میں جواب کے لئے جگہ خالی چھوڑیں اور سوال کو پورے ایک صفحہ پر اس طرح ختم نہ کریں کہ جواب اگلے صفحہ سے شروع کرنا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ بتانے میں بھی، اور وعظ و بیان اور عمومی تکلم وتخاطب میں بھی آپ کی گفتگو میں شائستگی، ٹھہراؤ، نرمی، زبان کی فصاحت، بات میں ربط و تسلسل اور مخاطب کی حیثیت وحالت کی رعایت اور حکمت و مصلحت وغیرہ امور ملحوظ رہتے ہیں۔

عمومی طور پر فتویٰ نویسی کا کام آپ کا جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر کے ساتھ بمع تدریسی وابستگی کے تقریباً سوا چھ سال (ستمبر ۱۹۹۲ء تا دسمبر ۱۹۹۸ء) کے زمانے کا ہے، اس مدت میں تحریری، زبانی (اور محدود درجہ میں فون پر بھی) فتاویٰ وشرعی احکام کے جوابات دینے کے فرائض آپ نے باضابطہ سرانجام دیئے۔

اس عرصہ میں آپ کے قلم سے لگ بھگ ڈھائی ہزار فتاویٰ جاری ہوئے، جن میں مختصر ومفصل دونوں طرح کے فتاویٰ ہیں، بحمد اللہ ان کا ریکارڈ محفوظ ہے (اصل ریکارڈ جامعہ اسلامیہ، صدر، راولپنڈی کے دارالافتاء سے وابستگی کے دوران آپ نے بطور خود اپنی محنت اور خرچہ پر محفوظ کیا تھا، ادارہ کے قیام کے بعد حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کی خواہش پر ان سب فائلوں کی فوٹو کاپی کرا کر جامعہ اسلامیہ میں بھی یہ ریکارڈ محفوظ کر دیا گیا تھا) ادارہ غفران کے قیام کے بعد ذمہ داریاں بڑھ جانے اور ایک پورے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

پڑے بلکہ سوال ختم ہونے والے صفحہ کے بعد میں کچھ جگہ (کہ جواب وہاں سے شروع کیا جاسکے) خالی چھوڑیں اور کاغذ کے شروع میں فضول جگہ خالی نہ چھوڑیں بلکہ سوال کاغذ کے ابتدائی حصہ سے لکھنا شروع کریں (۵)......سوال کی تحریر اصل ہو عکس (فوٹو سٹیٹ) نہیں (۶)......اگر سوالات ایک سے زیادہ ہوں تو دو سوالوں کے درمیان میں یا سوال کے سامنے بالمقابل جگہ خالی نہ چھوڑیں بلکہ سب سوالات نمبروار مسلسل لکھ کر آخر میں جواب کے لئے جگہ چھوڑیں (۷)......ایک دفعہ اور ایک پرچہ میں تین سوالات سے زیادہ تحریر نہ فرمائیں (۸)......سوال کے آخر میں متصل اپنا نام مکمل پتہ اور تاریخ بھی درج فرمائیں (۹)......اگر جواب ڈاک سے مطلوب ہو تو جوابی لفافہ پر اپنا مکمل پتہ لکھا ہوا ساتھ میں ہونا چاہئے صرف ٹکٹ پر اکتفاء نہ فرمائیں (۱۰)......مسائل اور دیگر غیر متعلقہ باتیں ایک پرچہ میں جمع نہ کریں (۱۱)......مصروفیت اور فتاویٰ کی کثرت کی وجہ سے جواب میں تاخیر ممکن ہے اس لئے جلد بازی پر اصرار نہ کریں (۱۲)......فتویٰ ہمیشہ اپنی یا دوسرے بھائی کی اصلاح و دینی فائدہ کے لئے طلب کریں کسی کو ذلیل کرنے یا بغض وعناد اور بھڑاس نکالنے لئے نہیں (۱۳)......مسئلہ معلوم کرنے کے لئے اعتماد ضروری ہے لہٰذا جس جگہ اعتماد ہو وہاں سے مسئلہ معلوم کرنا چاہئے پس اگر یہاں اعتماد ہو تو رجوع فرمائیں ورنہ نہیں (۱۴)......غیر ضروری اور فضول سوالات کر کے وقت ضائع نہ فرمائیں اور محض مشغلہ کے طور پر سوال نہ کریں بلکہ عمل کی نیت سے کریں اور جن مسائل کے جواب سے عذر کر دیا جائے ان پر اصرار نہ کریں (۱۵)......سوال میں حاکمانہ انداز سے پرہیز فرمائیں (۱۶)......ٹیلیفون پر کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہو تو وقتِ مقررہ کا لحاظ رکھیں اور فون پر صرف ہنگامی ومختصر مسئلہ معلوم کریں تفصیلی نہیں اور وہ بھی اس وقت جبکہ مصروفیت وغیرہ کے باعث دارالافتاء آنا مشکل ہو اور بعض مسائل فون پر حل نہیں ہوتے ان کے لئے تحریری استفتاء یا دارالافتاء میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ ختم شد

واضح رہے کہ یہ ہدایات جلی قلم سے لکھ کر فریم کر کے دارالافتاء میں بھی نمایاں مقام پر آویزاں رہتی ہیں

ادارے کو چلانے کا بوجھ کاندھوں پر پڑ جانے کی وجہ سے خود فتویٰ لکھنے کا کام آپ نے محدود فرمالیا۔
دارالافتاء کے تحت آپ کے نائبین حضرات (جن کو آپ نے بنفسِ نفیس دو سال تک فتویٰ نویسی کی مشق کرائی تھی) آپ کی نگرانی و رہنمائی میں فتویٰ نویسی کا کام کرنے لگے (اور اب تک کر رہے ہیں آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اس فیض کو جاری رکھیں، آمین) آپ کو اس بات کا خاص اہتمام رہا ہے کہ ادارہ کے دارالافتاء سے کوئی فتویٰ اور مسئلہ آپ کی تحقیقی و تنقیحی نظر سے گزرے بغیر جاری نہ ہو، شاذ و نادر فتاویٰ کا ہی اسفار و اعذار پیش آنے کی وجہ سے آپ کی نظر و ملاحظہ کے بغیر اس عرصہ میں اجراء ہوا ہوگا۔
اب گزشتہ دو ایک سال سے عام مسائل و فتاویٰ کی نظر ثانی اور افتاء کے امور کی نگرانی و رہنمائی کا فریضہ بھی آپ نے اپنے بعض نائبین کی طرف منتقل فرمایا ہے۔ جو دارالافتاء کے مسئول بنائے گئے ہیں، خود بھی وہ فتویٰ نویسی اور شرعی مسائل بتاتے ہیں اور باقی دارالافتاء کے احباب کے فتویٰ نویسی اور مسائل بتانے کے عمل کی نگرانی اور ان کے لکھے ہوئے فتاویٰ کی اصلاح و نظر ثانی اور فتویٰ لکھنے کے عمل میں ان کی رہنمائی بھی وہ حضرات کرتے ہیں۔ یہ نائبین حضرات صرف غیر معمولی یا نازک و پیچیدہ مسائل میں ہی حضرت جی کی طرف مراجعت کرتے ہیں ورنہ روزمرہ کے عام دینی مسائل و فتاویٰ میں ان کی نظر ثانی واطمینان ہی کفایت کرتا ہے۔

مشاغل وخدمات کا تنوع اور آپ کی حسنِ تدبیر واستقامت

جن جن دائروں میں حضرت جی دامت برکاتہم دینی، علمی و اصلاحی خدمات سرانجام دے رہے ہیں ان کے ساتھ آپ پوری ہمت وعزیمت اور کامل شرح صدر واستقامت کے ساتھ وابستہ ہیں۔
اس تمام عرصے میں حالات میں کیا کیا اتار چڑھاؤ آئے، اور مشکلات کی کیسی کیسی گھاٹیوں سے گزرنا ہوا لیکن بحمد اللہ بتوفیقِ حق وعنایت خاصہ آپ کے پائے استقامت میں لغزش ولرزش نہیں آئی۔
بفضلِ رب سب علمی و اصلاحی مشاغل اور سب دینی سلسلے حسبِ معمول وحسبِ دستور جاری وساری رہے۔

در راہِ منزلِ لیلیٰ خطرہا است بجاں — شرطِ اول قدم ایں است کہ مجنوں باشی
طریقِ عشق میں گو سخت سے سخت مقام آئے — نہ ہم نے رہگزر چھوڑی نہ ہم منزل سے باز آئے

ان ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کا مختصر حال یہ ہے کہ ادارہ کے قیام سے لے کر ادارہ کی مسجد تعمیر ہونے تک تقریباً ساڑھے نو سال کا عرصہ بنتا ہے (شعبان ۱۴۱۹ھ تا ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ) اس عرصہ میں ایک وسیع الجہت دینی ادارہ اور ٹرسٹ کی حیثیت سے ادارہ کے نظام کو منظّم و مربوط کرنے، تعلیمی، تدریسی، اصلاحی و تبلیغی شعبوں کی ترتیب وتشکیل کرنے، ادارہ کے دائرہ عمل اور خدمات کو پھیلانے اور عام کرنے، مرحلہ وار

تعمیراتی سلسلوں کو اپنی ذاتی نگرانی میں جاری رکھنے (ادارہ کی پرانی بلڈنگ کی تعمیرِ جدید، ایک نئی تیسری منزل کی تعمیر، مسجد کی تعمیر، یہ سب اس سلسلہ کی تعمیرات ہیں)، نیز مختلف مواقع پر پیش آنے والی بعض قانونی الجھنوں کو سلجھانے، بعض پیچیدہ معاملات کے بکھیڑوں کو نمٹانے، اور بعض مواقع پر مختلف علمی وفقہی سلسلوں میں اسفار کرنے اور دوروں پر جانے، یہ سب وہ امور اور مسائل ہیں جو ایک دینی ادارہ کے بانی و منتظم ہونے کی حیثیت سے نوبت بنوبت آپ کو پیش آتے رہے اور آپ مستقل مزاجی اور خندہ پیشانی سے ان مراحل سے گزرتے اور ان مہمات کو سر کرتے رہے ہیں۔

اس گذشتہ تمام عرصہ میں شائد ہی کوئی فرصت کا وقت گزرا ہو جس میں ان مذکورہ مہمات میں سے کوئی نہ کوئی مہم درپیش نہ ہو اور آپ تیشہ فرہاد تھامے اس کوہ کنی میں مگن ومصروف نہ ہوں، بایں ہمہ اس پورے عرصہ میں تصنیف و تالیف کا عمل بھی جاری رہا، وعظ واصلاحی بیانات کا محدود درجہ میں جتنا معمول قائم فرمایا تھا وہ سلسلہ بھی چلتا رہا۔

گذشتہ دو ڈھائی سالوں سے (مسجد غفران کی تعمیر کے بعد سے) الحمد للہ تعالیٰ دلجمعی ویکسوئی سے علمی، تحقیقی و تصنیفی کاموں میں مشغولیت رہتی ہے، غالب اوقات تصنیف وتالیف کے سلسلے میں ہی صرف ہو رہے ہیں، اس لئے اس عرصہ میں تصنیفی کام کا تناسب سابق سے بہت زیادہ رہا ہے، یعنی چند ماہ بعد ایک نئی کتاب یا مقالہ کی تکمیل اور اشاعت اس عرصہ میں ہوتی رہی ہے) ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ سے ماہنامہ التبلیغ کی ماہوار اشاعت بھی مسلسل ہو رہی ہے جس کے مواد ومضامین میں غالب حصہ آپ ہی کا ہوتا ہے اور وقتِ اجراء سے اب تک کوئی شمارہ آپ کے مختلف سلسلہ ہائے مضامین سے خالی نہیں رہا، اور فقہی مجلّات کے طور پر اکثر فقہی مقالے بھی آپ کے اسی عرصہ میں سامنے آئے۔ ان سب مشاغل کے ساتھ شرعی مسائل وفتاویٰ کی نگرانی ورہنمائی کا معمول بھی آپ نبھاتے رہے یہ سب چیزیں وقت میں برکت ہونے اور آپ کے موفق بالخیر وابوالوقت ہونے کے نمونے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب دینی وعلمی خدمات کی توفیق کے ساتھ عمر دراز فرمائیں۔

قرن ہا باید کہ تا یک کودکے از لطفِ طبع		عاقلے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن
سالہا بائد کہ یک سنگ اصلی ز آفتاب		لعل باشد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن
ماہ ہا باید کہ تا یک مشتِ پشم از پشتِ میش		صوفیے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن
ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبہ از آب وِ گل		شاہدے راحلہ گردد یا شہیدے را کفن
روز ہا باید کشیدن انتظار بے شمار		تا کہ در جوفِ صدف باراں شود درّ عدن
دادہ عمرے کہ ہر روزے ازاں		کس ندارند قیمت آں درجہاں

(جاری ہے......)

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط ۱۵)

(ضربِ کلیم سے انتخاب)

صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند		تھی منتظر حنا کی عروس زمینِ شام [۱]
اک نوجوان صورتِ سیماب مضطرب		آ کر ہوا امیر عساکر سے ہم کلام
اے بوعبیدہ رخصتِ پیکار دے مجھے		لبریز ہوگیا مرے صبروسکوں کا جام
بیتاب ہورہا ہوں فراقِ رسول میں		اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام
جاتا ہوں حضورِ رسالت پناہ میں		لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام
یہ ذوق وشوق دیکھ کر پُرنم ہوئی وہ آنکھ		جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام
بولا امیرِ فوج کہ وہ نوجواں ہے تُو		پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام
پوری کرے خدائے محمد تری مراد		کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام
پہنچے جو بارگاہ رسولِ امیں میں تُو		کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام
ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے		پورے ہوئے جو وعدے کئے تھے حضور نے

(بانگِ درا)

بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رمِ آہو		باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ
کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پر رضامند		تاویلِ مسائل کو بناتے ہیں بہانہ
اس قوم کو تجدید کا پیغام مبارک		ہے جس کے تصور میں فقط بزمِ شبانہ

[۱] گذشتہ نظم میں جن مسلمان آئیڈیل نوجوانوں کی صفات بیان ہوئی ہیں، اس نظم میں ایسے ایک نوجوان کے اسلامی جوش وجذبے اور حمیت وشجاعت کا واقعہ بیان کیا ہے۔ یہ واقعہ جنگ یرموک کا ہے جو حضرت عمر فارق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام کی طرف لڑی گئی، شام ومصر کی فتوحات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی قیادت وامارت میں ہوئیں، اس واقعہ سے اسلامی فتوحات کا راز معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مجاہدین اسلام نے کس طرح مشرق ومغرب کی بڑی بڑی سلطنتوں کو تہہ وبالا کر کے رکھ دیا وہ نصرتِ الٰہی اور مسلم نوجوانوں کے اسی قسم کے جذبے کا نتیجہ تھا جس کا نقشہ اس نظم میں سامنے آتا ہے اور ہر دور میں اسلامی فتوحات میں مسلم نوجوانوں کا یہی جذبہ ناممکن کو ممکن بناتا رہا ہے۔

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلیدِ فرنگی کا بہانہ

یہ علم و حکمت کی مہرہ بازی یہ بحث و تکرار کی نمائش
نہیں ہے دنیا کو اب گوارا پرانے افکار کی نمائش
تری کتابوں میں اے حکیم معاش رکھا ہی کیا ہے آخر
خطوط خمدار کی نمائش، مریز و کجدار کی نمائش
جہانِ مغرب کے بتکدوں میں کلیساؤں میں مدرسوں میں
ہوس کی خونریزیاں چھپاتی ہیں عقل عیار کی نمائش

ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلماں کو ٹوکے
حریتِ افکار کی نعمت ہے خداداد ۱؎
چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدۂ پارس
چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد
قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکتِ ہند میں اک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس مسلماں ہے آزاد

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا ۲؎

۱؎ مغرب زدہ تجدد پسند روشن خیال جنہوں نے اسلام کو اور قرآن کو بازیچۂ اطفال بنایا ہوا ہے علی گڑھ کے شیخِ نیچر سے لے کر غامدی تک اس طبقہ اشرافیہ کا ہر کہتر و مہتر نصوصِ قرآنی اور احکام ربانی کو اپنے فتنہ پرور دماغ، باطل پرست عقل اور پُرخلل و نارسا ذہن کا اس طرح تختۂ مشق بناتا ہے جیسے پاکستان کے آئین و دساتیر کی گذشتہ پچاس پچپن سالوں کے دوران یہاں کے اقتدار نشین، بزرجمہر درگت بناتے رہے ہیں اور موم کی ناک کی طرح اسے اپنی ترجیحات و خواہشات کی عینک لگا کر موڑتے، پھیرتے، توڑتے اور جوڑتے رہے ہیں۔ تیس پینتیس سال میں اٹھارہ اٹھارہ دفعہ اس میں ترمیمات ہوتی رہی ہیں۔ آئین تو انسانی دماغوں کی کاوش ہے اس میں ترامیم اگر واقعی معروضی ضروریات کے تحت ہوں تو ایک درجے میں قابل فہم امر ہے لیکن قران مجید جو صحیفہ ربانی ہے ماضی و مستقبل سے باخبر اور غیوب و شہود سے آگاہ خداوند قدوس کا کلام ہے اس کو اپنی نارسا عقل، بیمار ذہنیت، مادیت محضہ میں جکڑے ہوئے دماغ سے تجدد و اجتہاد کے نام پر تحریف و ترمیم کی سان پر چڑھانا یہ تو وہی یہودیانہ دسیسہ کاری ہے جس نے توراۃ جیسے صحیفہ ہدایت کو تحریف کا پلندہ بنا دیا، قرآن مجید میں یہودیوں کی اس گھناؤنی حرکت کی نشاندہی کر کے ان پر لعنت ملامت کی گئی ہے۔ مسلمان معاشروں کے ان مار آستیں متجددین، منحرفین و محرفین کے کارنامے عہد عتیق کے یہودیانہ فن کاری و تلبیس کا جدید ایڈیشن ہیں۔

۲؎ اٹھارہویں صدی کے بعد جب سے مغرب کا دنیا پر تسلط ہوا ہے، اور مغربیوں کے فکر و فلسفہ اور کلچر و ثقافت کا عالمگیر شیوع و پھیلاؤ ہوا ہے۔ دنیا فساد و بگاڑ کا گھر بن گئی ہے، بنی نوعِ انسان کی روح گھائل و زخما گئی ہے، زندگی المیوں کا شکار ہوگئی ہے۔ اس کی اول و آخر بڑی وجہ مغربیوں کا روحانی حقائق اور خدا کی ذات کا منکر ہونا، جزا و سزا اور مابعد الموت کے احوال سے منکر ہونا اور محض مادہ پر ایمان اور اس عالم رنگ و بو ہی کو سب کچھ سمجھنا ہے، چونکہ یہ عمل و طرز عمل، فکر و فلسفہ فطرت سے بغاوت ہے، حقائق، واقعات نفس الامریہ سے انکار ہے اس لئے انسان کی شخصیت اس مادیت پرستی کے نتیجے میں بکھر گئی، اس کی ہستی ادھورے پن کا شکار ہوگئی، اس کی روح اپنی غذا سے محروم ہوگئی، روح کی غذا خدا کی ہستی کا اقرار، اس کی معرفت، اس کی عبودیت، اس کا ذکر و فکر ہے، الا بذکر اللہ تطمئن القلوب، مغربیوں نے روح کو بھی مادی غذا سے مطمئن کرنا چاہا ہے جو کہ خام خیالی ہے، روح اس عالم سفلی کی چیز ہی نہیں اوپر کے عالم سے آئی ہے، اس کی غذا بھی اوپر سے آتی ہے اور انبیاء کی شریعتیں لاتی ہیں، احکامِ شرع کی اتباع ہی روح کی غذا ہے۔

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا		آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا		زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

میں ہوں نومید تیرے ساقیانِ سامری فن سے		کہ بزمِ خاوراں میں لے کے آئے ساتگیں خالی ۱؎
نئی بجلی کہاں ان بادلوں کے جیب ودامن میں		پرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی

آزادی افکار سے ہے ان کی تباہی		رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ ۲؎
ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار		انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

﴿بقیہ صفحہ ۵۲ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

۱؎ اقبال کے یہ اشعار جس دور کے ہیں اس وقت عالم اسلامی ایک عجیب کشمکش اور بے چینی کے دور سے گزر رہا تھا، پہلی جنگ عظیم کے بعد برٹش سامراجیت کی بندشیں ڈھیلی ہورہی تھیں اور ان کا آفتابِ اقبال نصف النہار پر پہنچنے کے بعد زوال کے وقت میں داخل ہو چکا تھا اور مغرب کی سمت ڈھلنا شروع ہو گیا تھا، عالم اسلامی میں بھی ایک بیداری کی لہر دوڑ رہی تھی اور آزادی کے لئے تحریکیں برپا ہو رہی تھیں، اس موقع پر ضرورت تھی کہ امت اپنے امتیازی تشخصات اور ایمانی بنیادوں کو سامنے رکھ کر آزادی کے لئے جہد وکوشش کرے اور اسلام کے احیاء کے ساتھ اپنی جدوجہد کو مربوط کرے لیکن مغرب نے اپنی تعلیمی بھٹی سے گزار کر جو نئی مسلمان پود زندگی کے ہر شعبے میں کھڑی کر دی تھی خصوصاً قیادت اور عہدوں ومناصب پر پہنچا دی تھی وہ بری طرح مغرب پرستی، ذہنی مرعوبیت، احساسِ کمتری اور مغربی فکر وفلسفہ پر ایمان لانے والی تھی الا ماشاء اللہ۔ چنانچہ آزادی کی تحریکوں میں قیادت کے مواقع پا کر یہ طبقہ سامنے آیا اور خالص اسلامیت کی بجائے دیگر مختلف ازموں کے نعرے اور منشور اٹھا کر انہوں نے مسلمانوں کو سبز باغ دکھائے، یہی وجہ ہے کہ مغربی تسلط سے آزادی پانے کے باوجود اور خود مسلمان ممالک میں حکومت خود اختیاری ملنے کے باوجود، اسلامی دنیا میں بالعموم اسلام کا احیاء نہ ہو سکا، خود پاکستان اس المیہ سے دوچار رہا، مصر وشام، ترکی وعراق سب جگہ مغرب کے ذہنی غلام اور سیکولر واشترا کی طبقے سیادت وقیادت پر فائز ہو گئے اور یہ بعض اعتبارات سے خود کفار سے، انگریزوں سے بھی زیادہ منحوس اور امت کے لئے اور اسلام کے لئے ضرر رساں ثابت ہوئے ہیں۔ اقبال اپنی بصیرت سے اس طبقے کا حال اوّل دن ہی تاڑ گئے تھے ان اشعار میں اس کو واضح کیا ہے۔

۲؎ مغربی تعلیم اور کلچر وثقافت نے لوگوں کو آزاد خیالی، آزادی فکر دیا بھی تو کیا دیا، جب زندگی کے گہرے حقائق سے یہ آزاد خیال ناواقف ہوں، انسان کی روح اور فطرت کی گہرائیوں سے، اور قلبی واردات سے یہ انجان ہوں، اسلام کی اساسی بنیادوں سے یہ یا تو سرے سے ناواقف ہوں یا ان پر ایمان ویقین سے محروم ہوں تو پھر محض سوچ وفکر اور خیال کی آزادی سے کوئی مفید نتیجہ تو برآمد نہیں ہو سکتا، ہاں نفس اور حرص وہوا کے ہاتھوں یرغمال بن کر یہ اپنی نفسانی خواہشات اور سفلی ارمان نکالنے میں خوب ماہر وچُست ہوں گے، اور نفس کے ہاتھوں یرغمال بن کر آزادروی درحقیقت بے راہ روی، گمراہی اور تباہی ہے جس کے تلخ تجربات دنیا ہر دور میں دیکھتی رہی ہے، آخر قوم عاد وثمود، قوم لوط، قوم شعیب کے ہاتھوں دنیا فساد سے کیوں بھر گئی تھی وہ یہی تو چیز تھی کہ انبیاء ان کی روحانی حس بیدار کرنا چاہتے تھے، نفس کی یرغمالی سے ان کو نکالنا چاہتے تھے اور زندگی کے گہرے حقائق اور فطرت کے ٹھوس اصولوں سے ان کو واقف کرانا چاہتے تھے لیکن ان کو اپنی روشن خیالی پر، آزادی فکر پر، عقل کُل ہونے پر گھمنڈ تھا۔ قوم عاد وثمود اور قوم شعیب کے سرداروں کے انبیاء سے مکالمات قرآن نے نقل کئے ہیں، ذرا وہ ملاحظہ فرما لئے جائیں، قوموں کے عروج وزوال کے اسباب واصول واضح ہو جائیں گے، اور کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوگا کہ تاریخ کیونکر اپنے آپ کو دہراتی ہے۔

پیارے بچو! مفتی محمد رضوان

بے وقوف شیر اور عقلمند خرگوش

پیارے بچو! ایک جنگل میں بہت سارے جانور رہتے تھے، اور آپس میں محبت پیار کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے، ایک مرتبہ اس جنگل میں کہیں سے گھومتا پھرتا ہوا بھوکا شیر آ گیا، اور اس نے جانوروں کو پکڑ پکڑ کر چیرنا پھاڑنا اور کھانا شروع کر دیا۔

طرح طرح کے جانور دیکھ کر شیر کے تو مزے آ گئے اور اس نے اس جنگل میں رہنے سہنے کا پکا ارادہ کر لیا، اب وہ روزانہ اپنی مرضی سے جس جانور کا چاہتا چیر کاٹ کر شکار کر لیتا۔

جنگل کے جانور اس شیر سے تنگ آ گئے اور سب نے مل کر اس کا کوئی حل سوچا، مگر کوئی حل سمجھ میں نہیں آیا، سوائے اس کے کہ خود سے کوئی جانور روزانہ شیر کی خدمت میں پیش کر دیا کریں گے اور شیر کو اپنی مرضی سے جس پر چاہے بے دردی کے ساتھ اچانک حملہ کرنے سے منع کر دیں گے۔

یہ مشورہ کر کے چند جانوروں کو شیر کے پاس بھیجا، انہوں نے شیر سے بہت ادب کے ساتھ جا کر کہا کہ حضور آپ کو خوراک تلاش کرنے اور بھاگنے دوڑنے کی تکلیف ہوتی ہے اور ہم سب بھی پریشان ہوتے ہیں، ہم خود ہی آپ کی خدمت میں روزانہ ایک جانور بھیج دیا کریں گے، جسے آپ کھا لیا کریں۔

شیر نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا۔ اور سب جانوروں نے اس پر اتفاق کیا کہ پرچی سے نام نکال کر شیر کے پاس ایک جانور پہنچا دیا کریں گے، اور اس پر عمل شروع ہو گیا۔

سلسلہ اسی طرح چلتا رہا، جنگل کے جانور بیچارے روزانہ مختلف ناموں کی پرچیاں ڈال کر ایک پرچی اٹھاتے، جس جانور کا نام نکل آتا اسے شیر کو کھانے کے لئے پیش کر دیتے۔

ان جانوروں میں ایک خرگوش بھی رہتا تھا، جو بڑا سمجھدار اور عقلمند تھا، جو اس بات سے ڈرتا تھا کہ کہیں پرچی میں اس کا نام نہ نکل آئے، اس ڈر میں ایک ایک دن گزرتا گیا، مگر بکرے کی ماں کب تک خیر منائے؟ ایک دن پرچی میں اس غریب خرگوش کا ہی نام نکل آیا، یہ خرگوش اس پرچی کے فیصلے کے مطابق شیر کے پاس جانے پر تو مجبور تھا، کیونکہ فیصلے پر عمل نہ کرنے کی صورت میں اسے جنگل میں رہنے کی اجازت نہ تھی، اس نے خوب غور و فکر کر کے شیر سے سب جانوروں کی جان چھڑانے کی تدبیر سوچی اور دل میں کہا کہ کیوں نہ

کسی طرح شیر کا قصہ ہی پاک کر دیا جائے، جس سے میری بھی جان چھوٹ جائے اور دوسرے جانوروں کی بھی، ورنہ تو ایک ایک کر کے سب جنگل کے جانور شیر کے منہ کا نوالہ بنتے رہیں گے۔

خرگوش شیر کا جھگڑا پاک کرنے کی تدبیر سوچ کر شیر کے پاس کچھ دیر سے پہنچا۔

ادھر شیر بھوکا بیٹھا ہوا تھا اور بہت غصہ میں تھا، خرگوش کو دیکھ کر کہنے لگا کہ تم باز آنے والے نہیں ہو، میں پھر پہلے والا طریقہ شروع کر دوں گا کہ جو جانور سامنے آ پڑے گا اسے ہی چیر پھاڑ ڈالا کروں گا، تم لوگ اپنا وعدہ صحیح طرح نہیں پورا کر رہے ہو۔

خرگوش نے بڑے ادب کے انداز میں کہا کہ حضور کو اختیار ہے۔ آپ مالک ہیں، مگر میری ایک ضروری بات سُن لیں جو میں سب جانوروں کی طرف سے آپ کو بتلانے آیا ہوں، وہ یہ ہے کہ اس جنگل میں ایک اور شیر آ گیا ہے، جو کہ آپ کے اور ہمارے درمیان کے راستہ میں موجود ہے اور وہ آپ کے لئے جانوروں کی طرف سے بھیجی ہوئی غذا اور خوراک کو راستہ میں ہی ہڑپ کر لیتا ہے، اور میں حضور کے لئے اپنے ایک دوسرے بھائی کو خوراک کے لئے لایا تھا، مگر اس ظالم شیر نے راستے ہی میں اسے چھین لیا، اگر ایسا ہی ہوتا رہے گا تو ہم آپ کا وعدہ کیسے پورا کریں گے؟

یہ قصہ سُن کر شیر تو غصہ میں آگ بگولہ ہو گیا اور دوسرے شیر پر دانت پیسنے شروع کر دیئے، اور خرگوش سے کہا کہ بتلا مجھے کہ وہ کم بخت میرا دشمن کہاں ہے، تاکہ میں اس کو راستہ سے ہٹا کر قصہ پاک کروں، اس کو میرے علاقہ میں آنے اور میری خوراک پر قبضہ جمانے کی ہمت کیسے ہوئی؟

خرگوش شیر کو ساتھ لے کر چل دیا اور ایک بڑے کنویں کے قریب پہنچ کر کہا کہ حضور وہ شیر اس کنویں میں چھپا بیٹھا ہے شیر نے یہ سن کر ذرا کنویں میں جھانک کر جو دیکھا تو اسے کنویں کے پانی میں اپنا سایہ نظر آیا اور ساتھ کھڑے ہوئے خرگوش کا بھی۔ خرگوش نے فوراً کہا کہ دیکھئے حضور یہ ہے وہ ظالم شیر اور میرا خرگوش ساتھی بھی جو میں آپ کے لئے لایا تھا، اسی کے قبضہ میں ساتھ موجود ہے۔

شیر تو پہلے ہی غصہ میں لال پیلا ہوا تھا، اس نے نہ آگے کی سوچی اور نہ پیچھے کی، فوراً ہی خرگوش کی بات پر یقین آ گیا اور تیزی سے شیر پر حملہ کرنے اور اپنی خوراک لینے کے لئے تلملاتا ہوا کنویں کے اندر کود پڑا، اور وہاں اسے دوسرا شیر اور اپنی خوراک تو کیا ملتی خود ہی اپنی جان بچانے کے لئے پانی میں ڈبکیاں کھانے لگا۔

مگر اب شیر کے لئے باہر نکلنا ممکن نہیں تھا، کیونکہ کنویں میں پانی بہت گہرا اور نیچا تھا، یہ شیر وہیں گل سڑ گیا۔

اوراس طرح خرگوش کا مقصد حاصل ہوگیا، خرگوش خوش ہوتا ہوا دوسرے جنگلی جانوروں کے پاس پہنچا اور ان کو شیر کے خاتمہ کی اطلاع ومبارکباد دی۔

سب جانوروں نے خرگوش کا شکریہ ادا کیا اوراس کی عقلمندی پر شاباش دی۔

اورسب نے مل کرخرگوش کے اعزاز میں جشن منایا، اورخرگوش کو اپنا سردار بنالیا۔

پیارے بچو! تم نے دیکھ لیا کہ عقلمندی کتنی قیمتی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے خرگوش جیسے چھوٹے جانور نے شیر جیسے خطرناک اورخونخوار جانور کو مروادیا۔

واقعی عقل طاقت سے بڑی چیز ہے، عقل کے بغیر خالی طاقت کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکتی، اور عقل کو طاقت کمزور ہونے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی بات سن کر فوراً غصہ میں آجانا اور غصہ میں آکر جلد بازی میں فیصلہ کرنا نقصان سے خالی نہیں جیسا کہ شیر نے کیا اوراس سے اپنی جان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھا، اور غصہ میں یہ بھی نہ سوچا کہ کنویں کے پانی میں نظر آنے والا سایہ تو خود میرا اوراسی خرگوش کا ہے جو مجھے چکر میں ڈال رہا ہے۔ (ماخوذ از ''پیارے بچو'')

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۴۹ ''ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان''﴾

پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی	اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے ہر چیز کو خام ؎۱
مدرسہ عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر	چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام

زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے	زندگی سوزِ جگر ہے علم ہے سوزِ دماغ ؎۲
علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے	ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ
اہلِ دانش عام ہیں کمیاب ہیں اہلِ نظر	کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایاغ

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم	ایک سازش ہے فقط دین ومروت کے خلاف
اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے	قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف
فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے	کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

؎۱ ؎۲ ایضاً حاشیہ سابق والی تفصیل ملاحظہ ہو۔

قیامت کے قریب زمین اپنے راز اُگل دے گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تقیء الأرض أفلاذ كبدها أمثال الأسطوان من الذهب والفضة فيجيء القاتل فيقول في هذا قتلت .ويجيء القاطع فيقول في هذا قطعت رحمي. ويجيء السارق فيقول في هذا قطعت يدي ثم يدعونه فلا يأخذون منه شيئا

(مسلم، كتاب الزكاة، باب الترغيب في الصدقة قبل أن لا يوجد من يقبلها؛ ترمذي؛ مسند ابي يعلىٰ الموصلي؛ ابن حبان)

ترجمہ: (ایک وقت قیامت سے پہلے ایسا آئے گا کہ) زمین اپنے جگر کے ٹکڑے اُگل ڈالے گی (یعنی زمین شق ہوکر اس کے پوشیدہ دفینے وخزینے ظاہر ہوجائیں گے) سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ستونوں کی صورت میں (یہ زمین کے مدفون خزانے ظاہر ہوکر سطح زمین پر پڑے ہوں گے) پس قاتل آئے گا اور (یہ خزانے دیکھ کر جن کی اُس وقت کوئی اہمیت نہ ہوگی حسرت سے) کہے گا کہ اس کی وجہ سے میں نے قتل اور خونریزی کی، اور قطع رحمی کرنے والا آئے گا اور (یہ بے مول خزانے دیکھ کر حسرت سے) کہے گا کہ اس مال کی وجہ سے میں نے (رشتے ناطے پامال کئے اور) قطع رحمی کی؛ اور چور آئے گا اور کہے گا کہ ان (خزانوں اور دنیا کے اس حقیر مال) کی وجہ سے میں نے اپنا ہاتھ کٹوایا، پھر لوگوں کو ان خزانوں کے سمیٹنے کیلئے بلایا جائے گا تو لوگ اس میں سے کچھ نہ لیں گے (لے کر بھی کیا کریں گے کہ جب ہر طرف سونے وچاندی کے وہ ٹکڑے رُل رہے ہوں گے تو ان کی خرید وفروخت و کاروبار تو ٹھنڈا ہوجائے گا اور چاٹنے اور بھوک مٹانے کے کام کے تو وہ ہیں نہیں) (ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

قربِ قیامت کی ایک نشانی، دھویں کا نکلنا

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بلاشبہ اللہ عزوجل نے تمہیں تین چیزوں سے محفوظ کردیا (ایک) یہ کہ تمہارے نبی تم پر (عمومی ہلاکت کی) بددعاء نہیں کریں گے، جس سے تم سب (پوری امت) ہلاک ہوجاؤ (جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے آخرکار اپنی امت کی ہدایت سے نااُمید ہوکران کی عمومی ہلاکت کی بددعا کی تھی، اور پھر وہ قوم طوفانِ نوح میں غرقاب ہوگئی) اور (دوم) یہ کہ اہلِ باطل اہلِ حق پر (مجموعی طور پر) غالب نہیں آئیں گے (جزوی مغلوبیت اپنی نافرمانیوں کی پاداش میں ہوتی رہتی ہے) اور (سوم) یہ کہ تم (پوری امت) گمراہی پر جمع ومتفق نہ ہوگے (امت میں گمراہیوں اور گمراہوں کی کیسی ہی کثرت ہوجائے، ایک جماعت اہلِ حق کی ہمیشہ قائم رہے گی) پس وہ اُمور ہیں، جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں محفوظ کردیا، اور (مسلمانو!) تمہارا ربّ تمہیں (آئندہ پیش آنے والی) تین چیزوں سے ڈراتا ہے (ایک) دخان (قیامت کے قریب ظاہر ہونے والا ایک محیطِ عام دھواں) کہ مؤمن اس سے صرف زکام جیسی تکلیف کی کیفیت میں مبتلا ہوگا، اور کافر کو وہ دھواں پہنچے گا تو وہ اس کی وجہ سے پھول جائے گا (اور متورّم ہوجائے گا) اور وہ دھواں اس کافر کے ہرکان سے نکلے گا، اور (دوم) دابّۃُ الارض (ایک عجیب الخلقت جانور جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا، لوگوں سے باتیں کرے گا، مؤمن اور کافر کو نشان زد کر کے ممتاز کرے گا) اور (سوم) دجال (اور دجال تو دجال ہے، اس کا فتنہ بڑا فتنہ ہے)

(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۳۳۶۲؛ و مسند الشامیین للطبرانی، حدیث نمبر ۱۶۳۷)

قربِ قیامت کی چند نشانیاں

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(ایک دن) ہم ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کررہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا باتیں ہورہی ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ قیامت کا تذکرہ کررہے ہیں؟

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک دس نشانیاں نہ دیکھ لو، اس سے پہلے قیامت ہرگز نہیں آئے گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گنوایا (۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابۃُ الارض (۴) مغرب سے طلوعِ آفتاب (۵) عیسیٰ علیہ السلام کا نزول (۶) یاجوج ماجوج کا نکلنا (۷)(۸)(۹) تین مرتبہ زمین میں دھنسنے کا واقعہ، ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جزیرۂ عرب میں (۱۰) اور سب سے آخر میں ایک آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی، اور لوگوں کو ہانک کر ان کے محشر (شام) کی طرف لے جائے گی (مسلم، حدیث نمبر ۵۱۶۲ واللفظ لہٗ؛ ابوداؤد، حدیث نمبر ۳۷۵۷؛ سنن کبریٰ نسائی، حدیث نمبر ۱۱۳۸۰؛ معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۲۹۵۹؛ ابنِ ماجہ، حدیث نمبر ۴۰۴۵؛ ترمذی؛ مسند احمد؛ مصنف ابن ابی شیبۃ؛ شرح مشکل الآثار؛ مستدرک حاکم)

بعض روایات میں اس آخری نشانی یعنی آگ کے بارے میں یمن سے نکلنے کے بجائے یہ ہے کہ وہ آگ عدن کی گہرائی سے نکلے گی، اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی، اور چھوٹی اور بڑی چیونٹیوں کو جمع کردے گی (یعنی ہر چھوٹے بڑے، ضعیف، اور قوی آدمی کو محشر میں جمع کردے گی) نیز لوگ وہاں رات گزاریں گے، جہاں آگ رات گزارنے کے لیے ٹھہرے گی، اور جب آگ چلے گی، تو لوگ بھی اُس کے ساتھ چل پڑیں گے (کذا فی مستدرک حاکم وابنِ ماجہ)

Idara Ghufran

میدانِ حشر میں حاضر ہونے والے مختلف لوگ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لوگ حشر میں تین صورتوں پر جمع کیے جائیں گے، شوق ورغبت کی حالت میں (یہ اللہ کے فرمانبردار اور نیک لوگ ہوں گے) خوف ودہشت کی حالت میں (کافرونافرمان اس حال میں ہوں گے) اور اس حالت میں کہ ایک ایک اونٹ پر دودو، تین تین، چار چار، سوار ہوں گے، اور باقی لوگوں کو حشر کی طرف ایک آگ ہنکائے گی، جب وہ آرام کریں گے تو وہ آگ بھی اُن کے ساتھ آرام کرے گی (اور ٹھہر جائے گی) اور جہاں وہ رات گزاریں گے، تو وہ بھی اُن کے ساتھ رات گزارے گی، جہاں وہ صبح کریں گے تو وہ بھی اُن کے ساتھ صبح کرے گی، اور جہاں وہ شام کریں گے تو وہ بھی اُن کے ساتھ شام کرے گی (بخاری، حدیث نمبر ۶۰۴۱؛ مسلم، حدیث نمبر ۵۱۰۵؛ نسائی، حدیث نمبر ۲۰۸۴ باختلاف؛ مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۳۵۵۳۹؛ شعب الایمان، حدیث نمبر ۳۵۳)

فائدہ: مختلف گروہوں کی شکل میں قیامت کے دن جمع ہونے کا مضمون مختلف اسالیب میں قرآن مجید میں بھی مختلف مواقع پر مذکور ہے، مثلاً سورہ واقعہ میں وَكُنتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً (سورہ واقعہ، آیت نمبر ۷) اور سورہ زمر میں وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا (سورہ زمر، آیت نمبر ۷۱) اور سورہ مریم میں يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا (سورہ مریم، آیت نمبر ۸۵) اور سورہ یٰسٓ میں وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ (سورہ یٰس، آیت نمبر ۵۱) وغیرہ آیات سے قیامت اور حشر میں اعمال کے اعتبار سے انسانوں کی درجہ بندی ہونے کی تفصیل سامنے آتی ہے۔

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

سادگی

معزز خواتین! دکھاوے اور فضول خرچی سے بچتے ہوئے صرف ضروری چیزوں پر گزارا کرنا سادگی کہلاتا ہے۔

سادگی کی اہمیت

ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین میں سادگی کی بڑی اہمیت ملتی ہے، حضورِ اقدس ﷺ نے امت کو اپنے عمل مبارک سے بھی زندگی کے ہر شعبے میں سادگی اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے، اور اپنے ارشادات کے ذریعے بھی سادگی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

چنانچہ ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ سادگی (کمال) ایمان میں سے ہے (سنن ابوداؤد)

اس حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے سادگی کو (کمال) ایمان میں سے قرار دے کر اہلِ ایمان کو سادگی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو عیش وعشرت اور ناز نخرے والی زندگی سے بچ کر رہنے کا حکم فرمایا، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندے ناز نخرے والے نہیں ہوتے (مسند احمد، بیہقی)

حضور ﷺ کا طرزِ زندگی

حضور اقدس ﷺ کی اپنی زندگی بھی سادہ طرز کی تھی، آپ ﷺ کھانے پینے، پہننے، اوڑھنے، اُٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے غرض کسی کام میں تکلف نہ فرماتے تھے، بلکہ جو چیز وقت پر میسر ہوتی، بلاتکلف اسی کو استعمال فرمالیتے۔ رسول اللہ ﷺ کی خوراک سادہ ہوا کرتی تھی، کھانے میں جو چیز آپ کے سامنے آتی، آپ تناول فرمالیتے۔ آپ ﷺ بن چھنے آٹے کی روٹی کھاتے تھے، سرکہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ سرکہ بھی کیسا اچھا سالن ہے۔ بسا اوقات آپ ﷺ صرف چند گھونٹ دودھ یا چند دانے کھجور پر ہی گزارا کرلیتے تھے۔

آپ ﷺ کے کھانا کھانے کا انداز بھی سادہ ہوتا تھا، چنانچہ آپ ٹیک لگا کر کھانا تناول نہ فرماتے، آپ فرماتے تھے، میں بندہ ہوں، اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں، اور ایسے ہی کھاتا ہوں، جیسے بندے کھاتے ہیں۔

آپ کھانے میں کبھی عیب نہ بتاتے تھے، اگر چاہا تو کھالیا، ورنہ چھوڑ دیا، اور یہ کبھی نہ فرمایا کہ یہ کھانا بُرا

ہے،ترش ہے،نمک زیادہ ہے، یاکم ہے،شوربا گاڑھا ہے، یا پتلا ہے۔

ارشادفرمایا کہ اگر کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی چیز یالقمہ نیچے گر جائے تواس کواٹھا کرصاف کر کے کھالینا چاہیے، شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔اس ارشاد میں بھی سادگی اختیار کرنے اورنخرا کرنے سے بچنے کی تعلیم ہے۔

کھانے کے برتن بھی سادہ ہونے چاہئیں،سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا منع ہے۔

لباس کے بارے میں بھی حضوراکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ تکلف کی نہ تھی،یعنی جولباس ملجاتا، پہن لیتے،کسی خاص قسم کے لباس کی تلاش نہ فرماتے،اور کسی حال میں عمدہ نفیس لباس کی خواہش نہ فرماتے،اور نہ گھٹیا وحقیر کا خیال فرماتے، جوکچھ موجود اور میسر ہوتا، پہن لیتے؛ یہاں تک کہ پیوند والا لباس پہننے میں بھی کوئی عارمحسوس نہ کرتے۔

منقول ہے کہ آپ ﷺ کی چادرشریف میں متعدد پیوند لگے ہوئے تھے، جسے آپ اوڑھا کرتے تھے،اور فرماتے، میں بندہ ہی ہوں،اور بندوں جیسا لباس پہنتا ہوں۔آپ ﷺ ایسا لباس استعمال نہ کرتے، جس سے فخر اور غرور ظاہر ہو۔آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جوشخص فخر اور دکھاوے کے لیے کپڑے پہنے گا،اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے ذلت اور رسوائی کا لباس پہنائے گا۔

نکاح کے سلسلے میں بھی آپ ﷺ نے سادگی کا بہترین نمونہ پیش فرمایا۔

چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جوآپ ﷺ کی بہت پیاری بیٹی تھیں،اُن کے نکاح کی تقریب مسجد میں ہوئی، مدینے سے ہی صرف چند قریبی رشتہ دار اور احباب شامل ہوئے،اور بعد میں سادگی کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی عمل میں آئی۔

معزز خواتین! ہم حضور ﷺ کی امت ہیں،ہمیں ہر حال اور ہر کام میں اپنے پیارے نبی ﷺ کی پیروی کرنا لازم ہے۔سادگی اختیار کرنے سے بندہ خود بھی راحت میں رہتا ہے،اوراس کے دوسرے متعلقین جن کواس سے سابقہ پڑتا رہتا ہو، وہ بھی آرام پاتے ہیں،اورتکلف وفیشن اختیار کرنے سے آدمی خود بھی تنگ ہوتا ہے،اوردوسروں کوبھی تکلیف ہوتی ہے۔

اے ذوقِ تکلف میں ہے تکلیف سراسر ہیں لوگ وہی اچھے جوتکلف نہیں کرتے

اس لیے اپنے کھانے پینے،اُٹھنے بیٹھنے، رہنے سہنے،مہمانی ومیزبانی، دعوت وضیافت، آنے جانے، زیب وزینت،غمی شادی، بول چال،غرض زندگی کے تمام شعبوں میں سادہ طرزِ زندگی اپنانا چاہیے،تاکہ ہم خود بھی راحت وآرام میں رہیں،اوردوسرے بھی ہم سے راحت پائیں۔

لیکن آج کل ہم لوگ خصوصاً نوجوان لڑکے لڑکیاں غیروں کی دیکھا دیکھی زندگی کے ہر شعبے میں فیشن اور تکلف اختیار کرنے کے دلدادہ ہیں، اور اسی میں اپنی عزت اور بڑائی سمجھتے ہیں، اور بے تکلفی اور سادگی اختیار کرنے والوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔

بہت سارے مرد وخواتین زیب وزینت کی آڑ میں ایسے ایسے فیشن اختیار کرتے ہیں، جو علاوہ ناجائز ہونے کے بھدے اور مُضحکہ خیز اور خود کو تکلیف میں رکھنے والے ہوتے ہیں۔

چنانچہ بہت ساری خواتین جب کسی تقریب میں شرکت کے لئے جانے لگتی ہیں، تو گھنٹوں اپنے میک اَپ میں لگا دیتی ہیں۔ سب سے پہلے کپڑوں کے انتخاب کا مسئلہ، پھر میچنگ (یعنی لباس سے متعلقہ تمام چیزوں کے ایک جیسا ہونے) کا مسئلہ، پھر کپڑوں کے رنگ کے مطابق ناخن پالش اور مسکارا؛ غرض اس طرح کے متعدد تکلفات اختیار کرکے تیار ہونا۔

پھر کئی خواتین بڑی بوڑھی ہوجانے کے باوجود ان چونچلوں کو نہیں چھوڑتیں، اور کئی خواتین غمی کی تقریب میں شمولیت کے وقت بھی اس طرح کے تکلفات اختیار کرنا نہیں چھوڑتیں۔

زیب وزینت کے نام سے فیشن اور تکلفات اختیار کرنے والی خواتین اپنے جسم کے اصلی حسن کا ستیاناس کر دیتی ہیں، اور تکلیف میں رہنا الگ رہا۔

بعض خواتین اپنی بول چال میں نخرے والا انداز اختیار کرتی ہیں، اور بلاضرورت پنجابی بولتے ہوئے اردو کے الفاظ یا اُردو بولتے ہوئے انگریزی کے الفاظ ایک نخریلی ادا سے بولیں گی۔

مثلاً بعض خواتین راستہ لینے کے لیے کہیں گی، ''ایکسکیوزمی (Excuse me) راستہ دے دیں''

حالانکہ یہاں ایکسکیوزمی کا لفظ کہنے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ ایکسکیوزمی کا مطلب ہے مجھے معاف کیجئے، اور معافی کی درخواست غلطی کے بعد کرنا معقول ہے، جبکہ یہاں کوئی غلطی کیے بغیر محض فیشن وتکلف کی وجہ سے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

بعض خواتین اچانک کسی مہمان کی آمد پر پریشان ہوجاتی ہیں کہ ان کی خاطر مدارات کسی طرح کریں، اور بعض اوقات مہمان کی بھوک پیاس کی پرواہ کئے بغیر پُرتکلف کھانے اور پُرتکلف مشروبات کی تیاری میں لگ جاتی ہیں، اور جب تک پرتکلف کھانا یا مشروب تیار نہیں ہوجاتا، مہمان بے چارا بھوکا پیاسا بیٹھا رہتا ہے، جس سے مہمان کو تو تکلیف ہوتی ہی ہے، خود وہ خواتین بھی جلدی جلدی پرتکلف کھانا تیار کرنے کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہوجاتی ہیں، حالانکہ اس طرح کے تکلفات میں پڑنے کی بجائے مہمان کو

راحت پہنچانا زیادہ ضروری ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ موقع کی مناسبت سے فوری طور پر جو چیز بآسانی میسر ہو جائے، وہی مہمان کی خدمت میں پیش کر دینی چاہیئے۔

بعض خواتین شادی کے موقع پر طرح طرح کی رسومات اتنی سختی سے پورا کراتی ہیں، جیسے وہ فرض سے بھی اونچے درجے کی چیز ہو، یہ اچھا خاصا تکلف ہے، سیدھے سادے سے نکاح کے عمل کو رسومات اور تکلفات کی وجہ سے اچھا خاصا مشکل بنا رکھا ہے۔

اگر شادی بیاہ کے ان تکلفات کو خواتین چھوڑ دیں، تو مَردوں سے بھی ان تکلفات کو چھڑانا آسان ہو جائے، اور سادہ وسنت طریقے سے نکاح کر کے اپنے اور دوسروں کے لیے راحت وآسانی حاصل ہو جائے، اور اَجر وثواب بھی حصے میں آئے۔

رسم ورواج کی پابندی اور فیشن وتکلف کی عادات اتنی پختہ ہو چکی ہیں کہ ان کے خلاف کرنے کی بڑے بڑوں کی ہمت نہیں ہوتی۔

اگر کوئی مرد ہمت کر کے غمی شادی کے موقع پر سادہ طرزِ معاشرت اپنانا چاہے، تب بھی تو رسم پرست اور فیشن زدہ خواتین اس کا ایسا ناک میں دَم کرتی ہیں کہ اس کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔

یاد رکھیں! کسی بندے کی نیک کام کرنے میں حوصلہ شکنی کرنا اور اسے طرح طرح کی معاشرتی لعن طعن سے خوفزدہ کر کے رسومات اور تکلفات اختیار کرنے پر آمادہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے، جو بہت ساری بظاہر دیندار اور نماز روزے کی پابند خواتین بھی بلا جھجک کر لیتی ہیں، اور اپنے کو گنہگار بھی نہیں سمجھتیں، بلکہ اس پر فخر کرتی ہیں کہ ہم نے فلاں مَرد سے بھی یہ رسم ورواج پورے کرا لیے، اور آئندہ بھی اس طرح کے مواقع پر اس کو بطور دلیل اور حجت کے پیش کرتی رہتی ہیں، جو شریعت کے خلاف بلکہ شریعت کا ایک طرح سے مقابلہ ہے۔

ہمارے زمانے کی اکثر خرابیوں کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے سادگی کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے، اگر ہم زندگی کے ہر شعبہ میں رسوم کی پابندی، تکلف اور فیشن کو چھوڑ کر سادگی کو اپنا لیں، تو ہم بہت سی پریشانیوں سے بچ سکتے ہیں، حلال کمائی پر گزارا کر سکتے ہیں، اپنا بہت سا وقت بچا کر مفید کاموں میں لگا سکتے ہیں، اپنے مال دولت کو بچا کر مفید جگہوں میں خرچ کر سکتے ہیں۔

اس کے لیے ہمت اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے طرزِ زندگی خصوصاً غمی شادی میں سادگی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

سجدہ سہو کے سلام کے بعد سنت ہونے کا ثبوت

سوال

ہم لوگوں کو جب سجدہ سہو کی ضرورت پیش آتی ہے، تو ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرتے ہیں، اور اس کے بعد پھر التحیات اور دعائیں پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر کر نماز مکمل کرتے ہیں۔

بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ احادیث سے سجدہ سہو کا سلام سے پہلے ہونا ثابت ہے، اور سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا احادیث کے خلاف ہے۔

اس سلسلہ میں تحقیق درکار ہے، کہ ہمارا طریقہ کن احادیث سے ثابت ہے؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

سجدہ سہو خواہ کسی بھی وجہ سے واجب ہوا ہو، ہمارے فقہائے کرام کے نزدیک اس کا سنت و افضل طریقہ یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد ایک طرف سلام پھیر کر پھر سجدہ سہو کیا جائے، اور اس کے بعد تشہد اور قعدۂ اخیرہ کے اذکار مکمل کر کے دونوں طرف سلام پھیرا جائے۔ [۱]

---

[۱] قال ابو حنیفة کل سهو وجب فی الصلاة عن زیادة او نقصان فان الامام اذا تشهد سلم ثم سجد سجدتی السهو ثم یتشهد ویسلم ولیس شیء من السهو یجب سجوده قبل السلام (کتاب الحجة علی اهل المدینة، ج ۱ ص ۲۲۳، باب الخطأ والنسیان والسهو)

وإذا عرف أن محله المسنون بعد السلام فإذا فرغ من التشهدالثانی یسلم ثم یکبر ویعود إلی سجود السهو ، ثم یرفع رأسه مکبرا ، ثم یتشهد ویصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ویأتی بالدعوات ، وهو اختیار الکرخی واختیار عامة مشایخنا بما وراء النهر ، وذکر الطحاوی أنه یأتی بالدعاء قبل السلام وبعده وهو اختیار بعض مشایخنا ، والأول أصح ؛ لأن الدعاء إنما شرع بعد الفراغ من الأفعال والأذکار الموضوعة فی الصلاة ، ومن علیه السهو قد بقی علیه بعد التشهد الأول من الأفعال والأذکار وهو سجود السهو ، والصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم فلم یتحقق الفراغ ، فلذلک کان التأخیر إلی التشهد الثانی أحق ، ولکن ینبغی أن لا یأتی بدعوات تشبه کلام الناس لئلا تفسد صلاته ، هذا الذی ذکرنا بیان محله المسنون (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل بیان محل السجود للسهو)

کیونکہ قولی احادیث اور بعض فعلی احادیث سے اسی کا ثبوت ملتا ہے۔

اور اگر کسی نے سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کرلیا، اور سجدہ سہو سے فارغ ہوکر سلام پھیرا، تو بھی نماز درست اور جائز ہوجاتی ہے، کیونکہ بعض فعلی احادیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، اگر چہ ایسا کرنا بہتر نہیں، بلکہ مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ یہ مشہور قولی اور بعض فعلی احادیث کے خلاف ہے۔ ۱

اور سجدہ سہو سے پہلے صرف ایک طرف سلام پھیرنا چاہئے، اور اگر کسی نے دونوں طرف سلام پھیر دیا، اور اس کے بعد سجدہ سہو کیا، تب بھی نماز درست ہوجاتی ہے۔ ۲

---

۱ ولو سجد قبل السلام جاز وكره تنزيها (درمختار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

(قوله جاز) هو ظاهر الرواية(ردالمحتار،حواله بالا)

ومحله بعد السلام سواء كان من زيادة أو نقصان ولو سجد قبل السلام أجزأه عندنا هكذا رواية الأصول(الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثانى عشر)

سجد قبل السلام لا يعاد بعده(الفتاوىٰ البزازية، كتاب الصلاة)

والحاصل انه ﷺ قد ثبت عنه من فعله السجود بعد السلام ، وصح عنه ايضا من فعله قبله ، وجاء من قوله السجود قبل السلام وبعده (اعلاء السنن ج۷ص ۱۵۴ ،باب وجوب سجود السهو وكونه بين السلامين)

وأما محل جوازه فنقول :جواز السجود لا يختص بما بعد السلام ، حتى لو سجد قبل السلام يجوز ولا يعيد ؛ لأنه أداء بعد الفراغ من أركان الصلاة إلا أنه ترك سنته وهو الأداء بعد السلام، وترك السنة لا يوجب سجود السهو ، ولأن الأداء بعد السلام سنة ولو أمرناه بالإعادة كان تكرارا ، وأنه بدعة ، وترك السنة أولى من فعل البدعة والله تعالى أعلم (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل بيان محل السجود للسهو)

۲ (ويسجد له بعد السلام سجدتين ثم يتشهد ويسلم) قال عليه الصلاة والسلام ' :لكل سهو سجدتان بعد السلام . 'وروى عمران بن حصين وجماعة من الصحابة 'أنه (صلى الله عليه وسلم) سجد سجدتى السهو بعد السلام 'ثم قيل يسلم تسليمتين ، وقيل تسليمة واحدة وهو الأحسن ، ثم يكبر ويخر ساجدا ويسبح ، ثم يرفع رأسه ، ويفعل ذلك ثانيا ، ثم يتشهد ويأتى بالدعاء ، لأن موضع الدعاء آخر الصلاة ، وهذا آخرها (الاختيار لتعليل المختار ج ا ص ۷۸، كتاب الصلاة)

قال القدورى رحمه الله :فى كتابه يكبر بعد سلامة الأول ويخر ساجداً ويسبح فى سجوده ثم يفعل ثانياً كذلك ثم يتشهد ثانياً، قوله يكبر بعد صلاته الأول يشير إلى أنه يكتفى بتسليمة واحدة، وهذا فصل اختلف فيه المشايخ عامتهم على أنه يكتفى بتسليمة واحدة لأن الحاجة إلى السلام للفصل بين الأصل وبين الزيادة الملحقة به، وهذا يحصل بتسليمة واحدة، وذكر الشيخ الإمام شيخ الإسلام رحمة الله عليه فى شرح كتاب الصلاة أنه لو سلم تسليمتين؛ لأن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کسی نے قعدۂ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف و مسنون دعائیں پڑھنے کے بعد سجدہ سہو کیا، اور اس کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

محمداً رحمه الله ذكر السلام فى الأصل مطلقاً، فينصرف إلى السلام من الجانبين............وما روى محمول على ما قبل السلام الثانى، فإن عندنا يسجد للسهو بعد السلام الأول قبل السلام الثانى، عليه عامة المشايخ رحمهم الله ولأن سجدة السهو تأخرت عن وقت السهو مع أن الحكم لا يتأخر عن السبب فى الأصل لحكمة، وهو :التحرز عن وهم التكرار، وما قبل السلام متوهم فيه السهو فيتوهم التكرار، فيؤخر عن السلام، ثم يعود إلى حرمة الصلاة بالسجود لتحقق الجبر فى الصلاة، ولو سجد بعد السلام أجزأه عندنا قال القدورى رحمه الله :هذا رواية الأصول، قال :وروى عنهم أنه لا يجزيه؛ لأنه أراه قبل، وفيه وجه رواية الأصول :أن فعله حصل فى فصل مجتهد فيه، فلا يحكم بفساده .....بالإعادة يتكرر السجود، وهذا لم يقل به أحد من العلماء (المحيط البرهانى،الفصل السابع عشر فى سجود السهو)

(قوله واحد) هذا قول الجمهور ، منهم شيخ الإسلام وفخر الإسلام .

وقال فى الكافى :إنه الصواب ، وعليه الجمهور ، وإليه أشار فى الأصل ا هـ إلا أن مختار فخر الإسلام كونه تلقاء وجهه من غير انحراف ، وقيل يأتى بالتسليمتين ، وهو اختيار شمس الأئمة وصدر الإسلام أخى فخر الإسلام وصححه فى الهداية والظهيرية والمفيد والينابيع ، كذا فى شرح المنية .قال فى البحر :وعزاه أى الثانى فى البدائع إلى عامتهم ، فقد تعارض النقل عن الجمهور ا هـ .(قوله عن يمينه) احتراز عما اختاره فخر الإسلام من أصحاب القول الأول كما علمته .وفى الحلية :اختار الكرخى وفخر الإسلام وشيخ الإسلام وصاحب الإيضاح أن يسلم تسليمة واحدة .ونص فى المحيط على أنه الأصوب .وفى الكافى على أنه الصواب .قال فخر الإسلام :وينبغى على هذا أن لا ينحرف فى هذا السلام ، يعنى فيكون سلامه مرة واحدة تلقاء وجهه .وغيره من أهل هذا القول على أنه يسلم مرة واحدة عن يمينه خاصة .ا هـ .والحاصل أن القائلين بالتسليمة الواحدة قائلون بأنها عن اليمين إلا فخر الإسلام منهم فإنه يقول إنها تلقاء وجهه وهو المصرح به فى شروح الهداية أيضا كالمعراج والعناية والفتح.(قوله لأنه المعهود) تعليل لكونه عن يمينه ، وقوله وبه يحصل التحليل تعليل لكونه واحدا ، ويأتى وجهه قريبا .(قوله بحر عن المجتبى) عبارة البحر :والذى ينبغى الاعتماد عليه تصحيح المجتبى أنه يسلم عن يمينه فقط .وقد ظن فى البحر وتبعه فى النهر وغيره أن هذا القول قول ثالث بناء على أن جميع أصحاب القول الثانى قائلون بأنه يسلم تلقاء وجهه مع أن القائل منهم بذلك هو فخر الإسلام فقط كما علمته ، وحينئذ فلا حاجة إلى عزو هذا القول إلى المجتبى حتى يرد ما قيل إن تصحيح المجتبى لا يوازى ما عليه الجمهور الذى هو الأكثر تصحيحا والأصوب والصواب فافهم .(قوله وعليه لو أتى إلخ) هذا جعله فى البحر قولا رابعا .واستظهر فى النهر أنه مفرع على القول بالواحدة ، وتبعه الشارح ، ويؤيده ما وجهوا به القول بالواحدة من أن السلام الأول لشيئين :للتحليل وللتحية ؛ والسلام الثانى للتحية فقط أى تحية بقية القوم لأن التحليل لا يتكرر ؛ وهنا سقط معنى التحية عن السلام لأنه يقطع الإحرام فكان ضم الثانى إليه عبثا ، ولو فعله فاعل لقطع الإحرام (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)

بعد پھر دوبارہ تشہد اور درود شریف اور مسنون دعائیں پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرا، تو تب بھی نماز درست ہوجاتی ہے۔

ہمارے فقہائے کرام کا استدلال درجِ ذیل احادیث وروایات سے ہے۔

(۱)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں حضورﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:

إِذَا شَکَّ أَحَدُکُمْ فِی صَلَاتِہِ فَلْیَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْیُتِمَّ عَلَیْہِ ثُمَّ لِیُسَلِّمْ ثُمَّ یَسْجُدُ سَجْدَتَیْنِ (بخاری، حدیث نمبر ۳۸۶، واللفظ لہٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۴۱۷۴،صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر ۲۶۵۹، ج۶ص۳۸۳،سنن دارقطنی حدیث نمبر ۱۴۲۴، واللفظ لہٗ، مسند ابی یعلیٰ حدیث نمبر۵۰۱۷، مسند البزار حدیث نمبر ۱۴۷۳،امالی ابنِ بشران حدیث نمبر ۹۳۹،وقال :ھذا حدیث صحیح من حدیث منصور ، أخرجہ فی الصحیح)

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہوجائے، تو وہ درست پہلو کی تحری کرے، پھر اسی کے مطابق نماز کو پورا کرے، پھر سلام پھیرے، پھر دو سجدے (سہو کے) کرے (ترجمہ ختم)

(۲)......اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حضورﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے:

إِذَا کُنْتَ فِی صَلَاۃٍ فَشَکَکْتَ فِی ثَلَاثٍ أَوْ أَرْبَعٍ ، وَأَکْبَرُ ظَنِّکَ عَلَی أَرْبَعٍ تَشَھَّدْتَ ، ثُمَّ سَجَدْتَ سَجْدَتَیْنِ وَأَنْتَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ تُسَلِّمَ ، ثُمَّ تَشَھَّدْتَ أَیْضًا ثُمَّ تُسَلِّمُ (معرفۃ السنن والآثار للبیھقی حدیث نمبر ۱۲۲۷، واللفظ لہٗ،سنن البیھقی حدیث نمبر ۴۰۶۷،کتاب الصلاۃ،باب من قال یتشھد بعد سجدتی السھو ثم یسلم)

ترجمہ: جب آپ نماز میں ہوں، اور آپ کو تین یا چار میں شک ہوجائے، اور آپ کا غالب گمان چار کا ہو، تو آپ تشہد پڑھیں، پھر آپ سہو کے دو سجدے بیٹھے بیٹھے کریں، سلام (دونوں طرف ،یعنی سلامِ تحلیل) پھیرنے سے پہلے، پھر دوبارہ تشہد پڑھیں، پھر سلام پھیریں (ترجمہ ختم)

یہ حدیث حسن ہے، اور اس کو آگے آنے والی حضرت عمران بن حصین اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما

کی روایات سے تائید حاصل ہے۔ ۱؎

(۳)......اور حضرت علقمہ فرماتے ہیں:

أَنَّ ابْـنَ مَسْـعُـودٍ سَجَدَ سَجْدَتَیُ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَذَكَرَ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللَّهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذَلِکَ (ابـنِ مـاجة حـديث نمبر ۱۲۰۸ ،واللفظ لهٗ،مصنف ابنِ ابی شيبة، حـديـث نـمبـر ۴۴۷۵، كتـاب الصلاة،باب فی السلام فِی سَجْدَتَیَ السَّهْوِ :قَبْلَ السَّلاَمِ ، أَوْ بَعْدَهُ، الاوسط لابن المنذر، حديث نمبر ۱۶۵۴) ۲؎

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کئے، اور یہ ذکر فرمایا کہ نبی ﷺ نے بھی اسی طرح کیا (ترجمہ ختم)

(۴)......اور مسند حمیدی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

۱؎ بعض حضرات نے اس حدیث کوابوعبیدہ کے اپنے والد سے عدمِ سماعت کی وجہ سے مرسل،اور خصیف کی وجہ سے غیر قوی قرار دیا ہے۔

لیکن حضرت ابوعبیدہ کی اپنے والد سے حدیث کو بہت سے محدثین نے صحیح قرار دیا ہے، اور حضرت خصیف کو اگرچہ بعض نے ضعیف قرار دیا ہے،لیکن بہت سے حضرات نے صالح وثقہ قرار دیا ہے،لہٰذا یہ حسن الحدیث ہیں، بالخصوص جبکہ اس حدیث کو حضرت عمران بن حصین اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کی روایات سے بھی تائید حاصل ہے،تو اس حدیث کے حسن ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔

قلت : قد تقدم غير مرة ان حديثه عن ابيه صحيح ،قد صحح الدارقطنی عدة احاديث من حديثه عـن ابيـه ، ومـحمد بن سلمة اخرج له مسلم كما فی التقريب(ص۱۸۳) وزيادة الثقة اذا كانت غيـر مـنـافية لمن هو اوثق منه مقبولة فيرجح الرفع......وبالجملة فالحديث حسن ، فانه ليس من رواية عبدالعزيز عن خصيف بل من رواية محمد بن سلمة عنه (اعلاء السنن ج۷ص۱۶۳، باب التشهد بعد سجود السهو)

وخـصيـف بـن عبـد الـرحـمـن الـجـزرى:......قـال إسحـاق بـن منصور ، عن يحيى بن مَعِين : صالح .وَقَال عثمان بن سَعِيد الدارمى ، عن يحيى بن مَعِين : ليس به بأس .وَقَال أبوداود ، عن يحيى بن مَعِين :وأبـو زُرْعَة ، وأحمد بن عَبد الله العجلى :ثقة.وَقَال أبو حاتم :صالح يخلط ، وتكلم فيه سوء حفظه .وَقَال النَّسَائى فيما قرأت بخطه :عتاب ليس بالقوى ، ولا خصيف .وَقَال فى موضع آخر :صالح.............وَقَال أبو أحمد بن عدى :ولـخصيف نسخ وأحاديث كثيرة ، وسـمـعـنـا مـن أبـى عَـرُوبَة جـمـعه لخصيف جزء ، وإذا حدث عن خصيف ثقة فلا بأس بحديثه وبرواياته إلا أن يروى عنه عبد العزيز بن عبد الرحمن البالسى يكنى أبا الاصبغ ، فإن رواياته عنه بـواطيـل ، والبـلاء مـن عبـد العزيز ، ولا من خصيف ,............قـال مـحـمد بن سعد :كـان ثقة (تهذيب الكمال ج۸ص۲۵۹،۲۶۰)

۲؎ **تحقيق الألبانی :صحيح(صحيح وضعيف ابنِ ماجة، حواله بالا)**

Idara Ghufran

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلاَمِ ، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -سَجَدَهَا بَعْدَ السَّلاَمِ (مسند الحميدى حديث نمبر ۱۰۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کئے، اور یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی سجدہ سہو سلام کے بعد کیا تھا (ترجمہ ختم)

(۵)......اور حضرت ابووائل، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کرتے ہیں:

قَالَ إِذَا وَهِمَ أَحَدُكُمْ فِي صَلاتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فِي نَفْسِهِ، فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ التَّسْلِيمِ، وَهُوَ جَالِسٌ (المعجم الكبير حديث نمبر ۹۰۸۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں وہم ہو جائے، تو وہ اپنے آپ میں درست پہلو کو سوچے، پھر اسی کے مطابق نماز پوری کرے، پھر سلام کے بعد دو سجدے کرے، اسی طرح بیٹھے بیٹھے (ترجمہ ختم) [۱]

(۶)......اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ حضرت ذوالیدین کے ایک لمبے واقعہ میں حضور ﷺ کا یہ عمل نقل کرتے ہیں:

فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَىْ السَّهْوِ (ابن ماجة حديث نمبر ۱۲۰۳، واللفظ لهٗ، شرح معانی الآثار حديث نمبر ۲۵۷۸، سنن البيهقى حديث نمبر ۴۰۸۱، معرفة السنن والآثار للبيهقى حديث نمبر ۱۲۵۱)

ترجمہ: پھر رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت پڑھائیں، پھر سلام پھیرا، پھر سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کئے (ترجمہ ختم)

(۷)......اور حضرت عبداللہ بن مسعدہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا مضمون مروی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

فأتم بهم الركعتين ثم سجد سجدتى السهو وهو جالس بعد ما سلم

---

[۱] ورجاله اشهر من ان يثنى عليهم غير خصيف ، وهو حسن الحديث اذا روى عن ثقة ، وايما رجل اوثق من سفيان، فالاثر حسن جيد (متن اعلاء السنن ج۷ص۱٦۴)

(المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۲۳۰۲) [۱]

ترجمہ: پھر رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتیں پوری کیں، پھر بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت میں سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے سجدہ سہو سلام پھیرنے کے بعد کیا تھا۔

(۸)......اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ (ابوداؤد،حدیث نمبر ۱۰۴۰، واللفظ لهٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۲۲۴۱۷،سنن البیهقی حدیث نمبر ۳۹۸۸)

ترجمہ: ہر سہو کے لئے دو سجدے ہیں، سلام پھیرنے کے بعد (ترجمہ ختم)

اس حدیث کی سند مقبول و حسن درجے سے کم نہیں ہے۔ [۲]

---

[۱] قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الاوسط وقال ابن مسعدة اسمه عبدالله ، ورجاله رجال الصحیح خلا شیخ الطبرانی ابراهیم ابن محمد بن برة(مجمع الزوائد ج۲ص۱۵۳)

قلت :وله شاهد من حدیث ابنِ عمر کمامر.محمد رضوان .

[۲] اس حدیث کو بعض نے اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے،مگر یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اسماعیل بن عیاش حفاظِ شام میں سے ہیں،اوران کی روایات اہلِ شام سے مقبول ہیں،اورانہوں نے یہ حدیث عبیداللہ کلاعی شامی سے روایت کی ہے، جو کہ اہلِ شام میں سے ہیں،لہٰذا یہ حدیث مقبول اور حسن درجہ سے کم نہیں ہے،جس کا جناب ناصرالدین البانی صاحب نے بھی اعتراف کیا ہے، اوراس حدیث کی سند پر دوسری علتوں کو غیر قادح قرار دیا ہے۔

ولیس فی اسناده من ینظر فی امره فیما علمت سوی ابن عیاش وقد رواه عن عبید الله بن عبید الكلاعی الشامی ومع ذلک قال البیهقی هذا اسناد فیه ضعف (الجوهر النقی لابن الترکمانی ج۱ص۷)

قلت *حدیث ثوبان اخرجه أبو داود وسکت عنه فاقل احواله ان یکون حسنا عنده علی ما عرف ولیس فی اسناده من تکلم فیه فیما علمت سوی ابن عیاش وبه علل البیهقی الحدیث فی کتاب المعرفة فقال ینفرد به اسماعیل بن عیاش ولیس بالقوی انتهی کلامه وهذه العلة ضعیفة فان ابن عیاش روی هذا الحدیث عن شامی وهو عبید الله الكلاعی وقد قال البیهقی فی باب ترک الوضوء من الدم (ما روی ابن عیاش عن الشامیین صحیح) فلا ادری من این حصل الضعف لهذا الاسناد(الجوهر النقی لابن الترکمانی ج۲ص۲۳۷)

قلنا :سکوت أبی داود یدل علی أن اقل أحواله أن یکون حسنا عنده علی ما عرف، ولیس فی إسناده مَنْ تکلم فیه سوی ابن عیاش، وبه عمل البیهقی الحدیث فی کتاب "المعرفة "فقال: تفرد به إسماعیل بن عیاش؛ ولیس بالقوی.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس حدیث میں حضورﷺ نے سجدہ سہو کے بارے میں یہ قاعدہ بیان فرمادیا، کہ جس قسم کا بھی سہو ہو، خواہ کسی زیادتی کی وجہ سے یا کسی کمی کی وجہ سے، تو اس کے لئے دو سہو کے سجدے سلام کے بعد ہونگے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلنا :هـذه العلة ضعيفة؛ فإن ابن عياش روى هذا الحديث عن شامي، وهو :عُبيد اللّه الكلامى . وقد قال البيهقى فى "باب ترك الوضوء من الدم :"ما روى ابن عياش عن الشاميين صحيح، فـلا ندرى من أين حصل الضعف لهذا الإسْناد؟(شرح ابى داوُد للعينى، كتاب الصلاةِ ،بَاب :مَنُ نَسِى أنُ يَتَشَهّدَ وَهُوَ جَالِس)

(قلت :إسـنـاده حسن، وكذا قال ابن التركمانى، وقوّاه الصنعانى)............وقد ذكر زهيراً هذا: ابن حبان فى "الثقات "، وروى عـنـه جـمـاعة؛ فهو حسن الحديث إن شاء الله تعالى.وقد أُعِل الـحـديـث بـعـلة أخـرى لا تـقـدح كما يأتى(صحيح سنن ابى داوُد للالبانى، تحت حديث رقم ۹۵۴)

[۱] ثـم معنى قوله لكل سهو سجدتان أى سواء كان من زيادة أو نقصان كقولهم لكل ذنب توبة وحـمـلـه عـلـى هـذا اولى من حمله على انه كلما تكرر السهو ولو فى صلوة واحدة فلكل سهو سـجـدتان كما فهمه البيهقى حتى لا يتضاد الاحاديث وايضا فقد جاء هذا التأويل مصرحا به فى حـديـث عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه و سلم سجدتا السهو تجزيان عن كل زيادة ونـقصان ذكره البيهقى فيما بعد فى باب من كثر عليه السهو على ان البيهقى فهم من هذا اللفظ ايـضا ما فهمه فى هذا الباب على ما سيأتى ان شاء الله تعالى وبهذا يظهر لک انه لا اختلاف بين حديث ثوبان وبين حديث ابى هريرة وعمران وغيرهما ثم ذكر البيهقى من حديث المغيرة (انه عـليه السلام سجد بعد ما سلم) ثم قال (حـديـث ابن بحينة اصح من هذا ومعه حديث معاوية وفـى حديثهما انه عليه السلام سجدهما قبل السلام) * قلت *قـد قدمنا فى باب السجود فى الـنـقـص قبل السلام ما يدل على ان رواية معاوية ان السجود بعد السلام * *قال *(باب من قال يسجدهما قبل السلام فى الزيادة والنقصان ومن زعم ان السجود بعده صار منسوخا) ذكر فيه حديث مالک (عـن زيـد بن اسلم عن عطاء بن يسار قال عليه السلام إذا شک احدكم فى صلاته) الحديث ثم قال (الجوهر النقى لابن التركمانى ج۲ص۳۳۷)

ثـم معنى قوله" :لـكل سهو سجدتان "أى :سـواء كـان من زيادة أو نقص كقولهم :لكل ذنب تـوبة، وحمله على هذا أولى من حمله على أنه كلما تكرر السهو ولو فى صلاة واحدة لكل سهو سجدتان -كما فهمه البيهقى -حتـى لا تتضاد الأحاديث، وأيضاً فقد جاء هذا التأويل مصرحاً به فى حديث عائشة قالت :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-سجدتا السهو تجزآن من كل زيادة ونقصان "ذكره البَيُهقى فى "باب من كثر عليه السهول، على أن البيهقى فهم من هذا اللفظ -أيضا -مـا فهـمـه فى هذا الباب، وبهذا يظهر لک أنه لا اختلاف بين حديث ثوبان وبين حـديـث أبى هريرة وعمران وغيرهما(شرح ابى داوُد للعينى، كتاب الصلاةِ ،بَاب :مَنُ نَسِى أنُ يَتَشَهّدَ وَهُوَ جَالِس)

(۹)......اور بعض احادیث میں سجدہ سہو سے پہلے اور سجدہ سہو کے بعد دونوں سلاموں کا ذکر ہے، چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے:

ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ثُمَّ سَلَّمَ (مسلم حدیث نمبر ۱۳۲۲، واللفظ لہٗ،نسائی حدیث نمبر ۱۳۳۰،مسند احمد حدیث نمبر ۱۹۸۲۸، مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۴۴۴۹)

ترجمہ: پھر نبی ﷺ نے سلام پھیرا، اور سہو کے دو سجدے کئے، اور اس کے بعد سلام پھیرا (ترجمہ ختم)

(۱۰)......اور مصنف ابنِ ابی شیبہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم سَهَا فَصَلَّى رَكْعَةً ، ثُمَّ سَلَّمَ ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ، ثُمَّ سَلَّمَ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۴۴۷۴، کتاب الصلاة،باب فی السلام فِي سَجْدَتَيَ السَّهْوِ :قَبْلَ السَّلاَمِ ، أَوْ بَعْدَهُ)

ترجمہ: نبی ﷺ سے سہو ہوگیا، پھر ایک رکعت پڑھی، پھر سلام پھیرا، پھر دوسجدے کئے، پھر سلام پھیرا (ترجمہ ختم)

(۱۱)......اور ابنِ حبان نے حضرت عمران بن حصین سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

فصلى ركعة ثم تشهد وسلم ثم سجد سجدتي السهو ثم سلم (صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر ۲۶۷۳، ج۶ ص ۳۹۴، باب ذكر الخبر المدحض قول من زعم أن سجدتي السهو يجب أن تكونا في كل الأحوال قبل السلام)

قال شعيب الأرنؤوط :إسناده صحيح

ترجمہ: پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت پڑھی، پھر تشہد پڑھا، پھر سلام پھیرا، پھر سہو کے دوسجدے کئے، پھر سلام پھیرا (ترجمہ ختم)

(۱۲)......اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں سجدہ سہو کے بعد بھی تشہد پڑھنے کا ذکر ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم -صَلَّى بِهِمْ فَسَهَا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ (ابوداؤد حدیث نمبر ۱۰۴۱، کتاب الصلاة، باب سجدتي السهو فيهما

تشهد وتسليم،ترمذی ، حديث نمبر ۳۶۱، كتاب الصلاة،باب ما جاء فی التشهد فی سجدتی السهو،سنن البيهقی حديث نمبر ۴۰۶۲وحديث نمبر ۴۰۶۳ ،كتاب الصلاة،باب من قال يتشهد بعد سجدتی السهو ثم يسلم،معرفة السنن والآثار للبيهقی حديث نمبر ۱۲۲۵ ،صحيح ابنِ خزيمة حديث نمبر ۹۹۸ ،مستخرج ابی عوانة حديث نمبر ۱۵۲۵ ،مسند ابی عوانة حديث نمبر ۱۹۲۶)

ترجمہ: نبی ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی ،تو سہو ہو گیا، جس پر رسول اللہ ﷺ نے سہو کے دو سجدے کئے ، پھر تشہد پڑھا، پھر سلام پھیرا (ترجمہ ختم)

یہ حدیث حسن درجے میں داخل ہے، جس کو حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما وغیرہ کی روایات سے بھی تائید حاصل ہے۔ [1]

[1] اس روایت کو بعض حضرات نے اشعث کا تفرد کا قرار دے کر مبنی برخطاء فرمایا ہے۔

وهذا يتفرد به أشعث ، وخالفه جماعة ، فرووه عن خالد ، دون هذه اللفظة ، ورواه هشيم عن خالد ، فقال فيه : فقام ، فصلى ، ثم تشهد ، وسلم ، وسجد سجدتی السهو ، ثم سلم ، فجعل التشهد قبل السلام ، والسجدتين وقال سلمة بن علقمة :قلت لمحمد بن سيرين :فيهما تشهد ، يعنی فی سجدتی السهو قال :لم أسمعه فی حديث أبی هريرة ، وأحب إلی أن يتشهد(معرفة السنن والآثار للبيهقی تحت حديث رقم ۱۲۲۵)

مگر اولاً تو امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن فرمایا ہے، اور دوسرے حضرت اشعث کو یحییٰ قطان نے ثقہ مامون قرار دیا ہے، اور ابنِ معین اورنسائی وغیرہ نے بھی ان کو ثقہ فرمایا ہے، اور ثقہ کی زیادتی قواعد کی رُو سے مقبول ہے، اور بعض کا غرابت کا دعویٰ کرنا صحت اور حسن کے منافی نہیں۔

اور بعض نے اگرچہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، مگر اولاً تو اس اختلاف کی وجہ سے خود یہ حدیث حسن درجے میں داخل ہے، اور ثانیاً دوسرے مؤیدات کی وجہ سے اس کو بعض مضعفین نے بھی حسن تسلیم کیا ہے۔

وأشعث هو :ابن عبد الملك الحُمرانیُّ ، قال يحيى القطَّان :هو عندی ثقةٌ مأمونٌ . ووثَّقه يحيى بن معين والنَّسائیُّ وغيرهما ، ولم يخرِّجا له فی "الصَّحيحين(تنقيح التحقيق لابن عبدالهادی ج۲ص ۳۵۰، ۳۵۱)

وقد يفهم من قوله ليس فی حديث أبی هريرة أنه ورد فی حديث غيره وهو كذلك فقد رواه أبو داود والترمذی وبن حبان والحاكم من طريق أشعث بن عبد الملك عن محمد بن سيرين عن خالد الحذاء عن أبی قلابه عن أبی المهلب عن عمران بن حصين أن النبی صلى الله عليه و سلم صلى بهم فسها فسجد سجدتين ثم تشهد ثم سلم.........قد ورد فی التشهد فی سجود السهو عن بن مسعود عند أبی داود والنسائی وعن المغيرة عند البيهقی وفی اسنادهما ضعف فقد يقال أن الأحاديث الثلاثة فی التشهد باجتماعها ترتقی إلى درجة الحسن قال العلائی وليس ذلك ببعيد وقد صح ذلك عن بن مسعود من قوله أخرجه بن أبی شيبة (فتح الباری لابنِ حجر،قوله باب من لم يتشهد فی سجدتی السهو)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

(۱۳)......اور حضرت ابو قلابہ فرماتے ہیں:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ " :فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ,يُسَلِّمُ ثُمَّ يَسْجُدُ ثُمَّ يُسَلِّمُ (شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۲۵۷۳)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے سجدہ سہو کے بارے میں فرمایا کہ سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرے گا، پھر سلام پھیرے گا (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو سے پہلے تشہد پڑھ کر سلام پھیرنا چاہئے، اور پھر دوبارہ قعدۂ اخیرہ کے اذکار (تشہد وادعیہ) مکمل کرنے کے بعد دونوں طرف سلام پھیرنا چاہئے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قد جاء التشهد فی سجود السهو عن ابن مسعود عند المؤلف والنسائی وعن المغيرة عند البيهقی وفی إسنادهما ضعف ، إلا أنه باجتما ع الأحاديث الثلاثة ترتقی إلی درجة الحسن ، وليس ذلک ببعيد ، وقد صح ذلک عند أبی شيبة عن ابن مسعود من قوله ، قاله الزرقانی فی شرح الموطأ (عون المعبود ،كتاب الصلاة، باب السهوفی السجدتين)

عن عمران بن حصين :أن النبی -صلی الله عليه وسلم -صلی بهم فسها فسجد سجدتين ثم تشهد ثم سلم رواه أبو داود والترمذی وحسنه، وابن حبان والحاكم وقال :صحيح علی شرط الشيخين، وصححه ابن حبان، وضعفه البيهقی وابن عبد البر وغيرهما، وفی الباب أحاديث كلها ضعيفة إذا انضمت إلی هذا الحديث ارتفعت إلی درجة الحسن(فتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار للصنعانی ،ج ا ص ا ا ۵ ،باب التشهد لسجود السهو بعد السلام)

ثم تشهد ثم سلم رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن غريب قال ابن حجر لتفرد رواته بزيادة التشهد مع مخالفته لبقية الرواة مع كثرتهم وحفظهم واتقانهم وعدم لحوقه بمرتبتهم قلت من القواعد المقررة أن زيادة الثقة مقبولة وليس فی روايات غيره تعرض للتشهد لا نفيا ولا اثباتا والمثبت مقدم علی النافی ومن حفظ حجة علی من لم يحفظ ورواه البيهقی وغيره والاختلاف فی رفعه ووقفه غير مضر لأن هذا الموقوف فی حكم المرفوع ويؤيده أن جماعة من متأخری الشافعية أخذوا من ذلک الحديث أن الأصح أن التشهد بعد سجود السهو مندوب بل ادعی الشيخ أبو حامد إمام أصحاب الشافعی الاتفاق علی ذلک قالوا دعوی الترمذی غرابته لا تؤثر لأن غايته أنه كالضعيف وهو يعمل به فی فضائل الأعمال اتفاقا قلت المقرر فی أصول الحديث أن الغرابة لا تنافی الصحة والحسن ولذا قال حسن غريب فاطلاق الضعف عليه غير صحيح وقد غفل عن هذا ابن حجر فرد كلام أصحابه بأن محل العمل بالضعيف فی الفضائل ما إذا لم يعارضه حديث صحيح اه وفيه أنه لم يوجد حديث ضعيف يعارضه فضلا عن غيره ولهذا بين جماعة من الشافعية أن القول بالتشهد مبنی علی القول القديم أن محل السجود بعد السلام(مرقاة، كتاب الصلاة، باب السهو)

(۱۴)......اورحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّـهِ صَلَّـى اللَّـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَىِ السَّهْوِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ سَلَّمَ (نسائی،حدیث نمبر ۱۳۲۹،باب السَّلَامُ بَعْدَ سَجْدَتَىِ السَّهْوِ، وقال الالبانی: صحیح)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا، پھر بیٹھے بیٹھے سجدہ سہو کیا، پھر (دوبارہ) سلام پھیرا(ترجمہ ختم)

(۱۵)......اورحضرت محمد بن سیرین،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت کرتے ہیں:

فَصَلَّى الَّذِى كَانَ تَرَكَ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ قَالَ :فَكَانَ مُحَمَّدٌ، يُسْأَلُ :ثُمَّ سَلَّمَ ؟ فَيَقُولُ :نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، قَالَ :ثُمَّ سَلَّمَ (مسند احمد،حدیث نمبر ۷۲۰۱) [۱]

ترجمہ: پھر نبی ﷺ نے چھٹی ہوئی رکعت پڑھائی، پھر سلام پھیرا، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کیا، نماز کے سجدوں کی طرح، یا اس سے کچھ لمبا، پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے سر اٹھایا، پھر دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کیا، نماز کے سجدوں کی طرح یا اس سے کچھ لمبا، پھر دوسرے سجدے سے اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھایا، راوی کہتے ہیں کہ محمد بن سیرین سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا پھر سلام پھیرا؟ تو فرماتے تھے کہ مجھے اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ عمران بن حصین نے یہ فرمایا کہ پھر آخر میں سلام پھیرا(ترجمہ ختم)

(۱۶)......اورامام بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سجد سجدتى السهو بعد السلام(مسند البزار حديث نمبر ۸۱۶۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کئے(ترجمہ ختم)

---

[۱] إسناده صحيح على شرط الشيخين .محمد بن أبى عدى :هو محمد بن إبراهيم بن أبى عدى، وابن عون :هو عبد الله بن عون بن أرطبان(حاشية مسند احمد)

Idara Ghufran

یہ حدیث سند کے لحاظ سے درست ہے۔ [۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو سلام پھیرنے کے بعد کرنا چاہئے، اوراس کے بعد پھر دوبارہ سلام پھیرنا چاہئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی خود یہی فتویٰ دیا ہے۔

(۱۷)......چنانچہ حضرت محمد بن ابراہیم بن حارث سے مروی ہے:

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ ، وَالسَّائِبَ الْقَارِيَّ كَانَا يَقُولاَنِ :السَّجْدَتَانِ قَبْلَ الْكَلاَمِ وَبَعْدَ التَّسْلِيمِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر۴۴۷۷، کتاب الصلاة،باب فی السلام فِی سَجْدَتَیَ السَّهْوِ :قَبْلَ السَّلاَمِ ، أَوْ بَعْدَهُ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ اور حضرت سائب قاری فرمایا کرتے تھے کہ (سہو کے) دوسجدے کلام کرنے سے پہلے اور سلام پھیرنے کے بعد ہیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کا فتویٰ یہ تھا کہ سجدہ سہو سلام پھیرنے کے بعد کرنا چاہئے۔

(۱۸)......اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم -تَشَهَّدَ بَعْدَ أَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ (المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۸۱۲۴،سنن البیهقی حدیث نمبر ۴۰۶۶)

ترجمہ: نبی ﷺ نے سجدہ سہو سے سر اٹھانے کے بعد تشہد پڑھا (ترجمہ ختم)

یہ روایت حسن درجے میں داخل ہے،اور اس روایت کو حضرت عمران بن حصین اور حضرت عبداللہ بن مسعود

---

[۱] بعض نے اس حدیث کو داؤد بن حصین راوی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

حالانکہ اولاً تو اس حدیث کو دوسری سندوں سے تائید حاصل ہے، اور ثانیاً داؤد بن حصین کو ابنِ معین نے ثقہ قرار دیا ہے، اور ابواحمد بن عدی نے صالح الحدیث قرار دیا ہے، جبکہ ان سے ثقہ راوی روایت کریں، اور اس حدیث کو داؤد بن حصین سے امام مالک نے روایت کیا ہے، جو کہ ثقہ ہیں۔

البتہ بعض نے ان کی عکرمہ سے روایت کو منکر قرار دیا ہے، اور یہ روایت عکرمہ سے نہیں، بلکہ ابوسفیان سے ہے۔

قال عباس الدُّورِيُّ ، عن يحيى بن مَعِين :ثقة ......وَقَال أبو داود :أحاديثه عن عكرمة مناكير ، وأحاديثه عن شيوخه مستقيمة .وَقَال النَّسَائي :ليس به بأس .وَقَال أبو أحمد بن عدي : صالح الحديث ، إذا روى عنه ثقة فهو صالح الرواية إلا أن يروي عنه ضعيف ، فيكون البلاء منه مثل ابن أَبي حبيبة ، وإبراهيم بن أَبي يحيى(تهذيب الكمال ج ۹ ص ۳۸۰، ۳۸۱)

رضی اللہ عنہما کی روایات سے تائید حاصل ہے۔

لہٰذا بعض حضرات کا اس کو محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا تفرد قرار دینا درست نہیں ہے۔

(۱۹)......اور حضرت زیادہ بن علاقہ فرماتے ہیں:

صَلَّى بِنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَنَهَضَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قُلْنَا سُبْحَانَ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَمَضَى فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ وَسَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُ كَمَا صَنَعْتُ (ابوداؤد حديث نمبر ۱۰۳۹،واللفظ لهٗ،ترمذی،حديث نمبر ۳۶۴،بَاب مَا جَاءَ فِي الْإِمَامِ يَنْهَضُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ نَاسِيًا،شرح معانی الآثار،كتاب الصلاة،باب سجود السهو فی الصلاة هل هو قبل التسليم أو بعده ؟)

ترجمہ: ہمیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی،تو وہ دو رکعتوں میں کھڑے ہو گئے،تو ہم نے سبحان اللہ کہا،انہوں نے بھی سبحان اللہ کہا،اور نماز مکمل کی،پھر جب نماز مکمل کر لی،اور سلام پھیر لیا،تو سہو کے دو سجدے کئے،پھر جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے،تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے،جس طرح میں نے عمل کیا (ترجمہ ختم)

(۲۰)......اور سنن دارمی کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ سَلَّمَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَسَلَّمَ ، وَقَالَ :هَكَذَا صَنَعَ بِنَا رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم (سنن دارمی حديث نمبر ۱۵۵۳)

ترجمہ: پس جب حضرت مغیرہ نماز سے فارغ ہو گئے،تو سلام پھیرا،اور سہو کے دو سجدے کئے،اور پھر سلام پھیرا،اور فرمایا کہ اسی طریقے سے ہمارے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا (ترجمہ ختم)

یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ [۱]

---

[۱] قال الترمذی:

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (حواله بالا)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲۱)......اور حضرت شعبی سے روایت ہے:

صَلَّى بِنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَنَهَضَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَسَبَّحَ بِهِ الْقَوْمُ وَسَبَّحَ بِهِمْ فَلَمَّا صَلَّى بَقِيَّةَ صَلَاتِهِ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْ السَّهْوِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ بِهِمْ مِثْلَ الَّذِي فَعَلَ (ترمذی،بَاب مَا جَاءَ فِي الْإِمَامِ يَنْهَضُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ نَاسِيًا،واللفظ لهٗ،مسند احمد،حدیث نمبر ۱۸۱۷۳، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۱۷۳۶۳،مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۳۴۵۲) [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس حدیث کے تمام رجال ثقہ اور شیخین کے رجال ہیں،سوائے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ المسعودی کے۔

جو کہ ثقہ ہیں،لیکن ان کے بارے میں بعض محدثین کا خیال ہے کہ ان کو آخر میں اختلاط ہوگیا تھا،اور جنہوں نے ان سے بغداد میں سماعت کی،وہ اختلاط کے بعد کی ہے،اور اس حدیث کو روایت کرنے والے یزید بن ہارون ہیں،جن کے بارے میں بعض کا خیال یہ ہے کہ ان کی احادیث مسعودی سے اختلاط کے بعد کی ہیں۔

لیکن اولاً تو اس حدیث کو دیگر روایات سے تائید حاصل ہے،جیسا کہ آگے آتا ہے،اور دوسرے مسعودی سے روایت کرنے والے حضرت یزید نے خود اپنے زمانے کے محدثین سے اس حدیث کی صحت نقل فرمائی ہے،اور تیسرے امام طحاوی نے ابوداؤد طیالسی سے بھی مسعودی کی روایت کو اسی طرح نقل فرمایا ہے،اور ابوداؤد طیالسی شیوخ میں سے ہیں،اور ان کی سماعت بغداد کے بجائے بصرہ کی ہے،جو کہ بقول امام احمد جید سماعت ہے۔

قَالَ يَزِيدُ :يُصَحِّحُونَهُ(سنن دارمی ،حواله بالا)

بِمَا حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ نَصْرٍ ,قَالَ :سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ ,قَالَ :أَخْبَرَنَا الْمَسْعُودِيُّ ,عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ ,عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ ,قَالَ " :صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَهَا , فَنَهَضَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ ,فَسَبَّحْنَا بِهِ ,فَمَضَى ,فَلَمَّا أَتَمَّ الصَّلَاةَ وَسَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ " حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ شَيْبَةَ، قَالَ :ثنا يَزِيدُ، فَذَكَرَ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرَةَ، قَالَ :ثنا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ :ثنا الْمَسْعُودِيُّ، قَالَ :ثنا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ، قَالَ :أنا الْمُغِيرَةُ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ(،**شرح معانی الآثار،کتاب الصلاۃ،باب سجود السهو فی الصلاۃ هل هو قبل التسلیم أو بعده ؟**)

وَقَال عَبد الله بن أحمد بن حنبل :سمعت أبی یقول :سماع وکیع من المسعودی بالکوفة قدیم ، وأبو نعیم أیضا ، وإنما اختلط المسعودی ببغداد .ومن سمع منه بالکوفة والبصرة ، فسماعه جید..........وَقَال محمد بن عَبد الله بن نمیر : کان ثقة ، فلما کان بأخرة اختلط ، سمع منه عبد الرحمن بن مهدی ، ویزید بن هارون ، أحادیث مختلطة ، وما روی عنه الشیوخ فهو مستقیم.(تهذیب الکمال ج۱۷ ص ۲۲۲،تاص ۲۲۴ ملخصاً)

[۱] بعض نے اس حدیث کو ابنِ ابی لیلیٰ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے،حالانکہ اس حدیث کا مدار صرف ابنِ ابی لیلیٰ پر نہیں ہے،بلکہ ان کے متابع موجود ہیں،کمامر۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

ترجمہ: ہمیں حضرت مغیرہ بن شعبہ نے نماز پڑھائی، پھر وہ دو رکعتوں میں کھڑے ہو گئے، تو لوگوں نے ان کو سبحان اللہ کہہ کر متوجہ کیا، اور انہوں نے بھی لوگوں کو سبحان اللہ کہہ کر جواب دیا، پھر جب انہوں نے اپنی بقیہ نماز پڑھ لی، تو سلام پھیرا، پھر بیٹھے بیٹھے سہو کے دو سجدے کئے، پھر لوگوں کو یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کے ساتھ اسی طرح کا عمل کیا تھا، جس طرح کا انہوں نے عمل کیا ہے (ترجمہ ختم)

(۲۲)......اور حضرت قیس بن ابی حازم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فلما قضى صلاته سجد سجدتين وهو جالس بعد ما سلم ثم قال إن رسول الله صنع هكذا وقال إن ذكر قبل أن يستتم قائما فليجلس وإن لم يذكر حتى يستتم قائما فليمض في صلاته ثم يسجد سجدتين بعد التسليم

(المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۱۱۶۰)

ترجمہ: جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پوری کر لی، تو سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت میں دو سجدے کئے، پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا، اور فرمایا کہ اگر سیدھے کھڑے ہونے سے پہلے یاد آ جائے، تو بیٹھ جانا چاہئے، اور اگر یاد نہ آئے، یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جائے، تو اپنی نماز کو اسی طرح جاری رکھنا چاہئے، پھر سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرنے چاہئیں (ترجمہ ختم)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ معروف اور مشہور صحابی ہیں، جن کا صحابیت میں بلند مقام ہے، اور ان کی اس حدیث کو دوسری غیر معروف روایات پر ترجیح حاصل ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حديث صحيح بطرقه .ابن أبي ليلى -وهو محمد بن عبد الرحمن، وإن يكن سيء الحفظ - توبع .وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين(حاشية مسند احمد)

قلت :فمثله يستشهد به، ولا يحتج به إذا تفرد، وهو هنا قد توبع كما عرفت؛فالحديث حسن بمجموع الطريقين(صحيح ابى داؤد للالبانى، كتاب الصلاة، باب من نسى أن يتشهد وهو جالس)

[۱] قيل لهم لم يات فيما قلتم من الاحاديث الا حديث واحد حديث عبد الله ابن بحينة عن النبى صلى الله عليه واله وسلم انه قام من الركعتين ولم يجلس فسجد سجدتين وهو جالس قبل السلام قالوا نعم هذا حديث عبد الله ابن بحينة وبه اخذنا .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲۲۳)......اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -قَالَ مَنْ شَكَّ فِي صَلاَتِهِ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ (ابوداؤد حديث نمبر ۱۰۳۵،واللفظ لهٗ، مسند احمد حديث نمبر ۱۷۶۱، وحديث نمبر ۱۷۵۲،سنن نسائی حديث نمبر ۱۲۴۹و،حديث نمبر ۱۲۴۷، سنن البيهقی حديث نمبر ۳۹۸۷، مسند ابی يعلیٰ حديث نمبر ۶۶۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو اپنی نماز میں شک ہو جائے، تو وہ سہو کے دو سجدے کرے سلام پھیرنے کے بعد (ترجمہ ختم)

اس حدیث کی سند حسن ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قيل لهم فهل رويتم عن عبد الله ابن بحينة او روى عنه فقيه قط حديثا غير هذا الحديث قالوا لا نعلم انه قد جاء عنه حديث غير هذا

قيل لهم افنقبل هذا بترك السنة والاثار المعروفة بقول رجل لا يروى عنه غير حديث واحد وقد روينا حديث رسول الله صلى الله عليه واله وسلم هذا بعينه عن امام كان من ائمة المسلمين يامنه عمر بن الخطاب رضى الله عنه على الامصار ويستعمله عليها اعرف بالرواية واعلم بها واشهر بصحبة رسول الله صلى الله عليه واله وسلم من عبد الله ابن بحينة وذلك المغيرة بن شعبة رضى الله عنه انه صلى باهل الكوفة فقام من ركعتين ولم يجلس فلما تشهد سلم ثم سجد سجدتين للسهو ثم روى لهم ان رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فعل هذا بعينه فلو كان الرجلان كلاهما ثقة وكلاهما مامون على ما رويا لكان الذى قال سمعت رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فعله فهو احق ان يؤخذ بقوله من الذى قال لم اسمعه يسلم حتى سجد سجدتين لان من قال لم اسمعه يسلم حتى سجد (سجدتين) ليست تقبل شهادة فى الاشياء على مثل هذا وانما تقبل الشهادة اذا قال سمعت ورايت فاما من قال لم اسمع ولم ار فليس يؤخذ بقوله وعندنا فيما قلنا بعينه آثار على خلاف ما روى عبد الله ابن بحينة (كتاب الحجة على اهل المدينة، ج ۱ ص ۲۲۳تا۲۲۶،باب الخطأ والنسيان والسهو)

[۱] اس حدیث کو جناب ناصر الدین البانی صاحب نے تین علتوں کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، ایک عتبہ بن محمد بن حارث کی وجہ سے، دوسرے مصعب بن شیبہ بن جبیر کی وجہ سے، اور تیسرے عبداللہ بن مسافع کی وجہ سے۔

مگر اولاً تو امام بیہقی نے اس کی سند کو لا باس فرمایا ہے، اور دوسرے عتبہ بن محمد کو ابنِ حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، اور علامہ ابنِ حجر نے مقبول قرار دیا ہے، اور تیسرے مصعب بن شیبہ کو ابنِ معین، امام عجلی اور ابنِ حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، اور یہ مسلم کے رجال میں سے بھی ہیں، اور چوتھے عبداللہ بن مسافع کو اگر کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا، تو کسی نے جرح بھی نہیں کی۔

لہٰذا یہ حدیث حسن ہوئی۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جہاں تک بعض فعلی ان احادیث کا تعلق ہے، جن میں سلام کا سجدہ سہو کے بعد ہونا مذکور ہے، تو اولاً تو وہ بیانِ جواز پر محمول ہیں، کہ اگر ایسا کیا جائے، تو تب بھی گناہ نہیں، کما مر۔

دوسرے ان احادیث میں اُس سلام سے مراد وہ سلام بھی ہوسکتا ہے، جو پہلے سلام اور سجدہ سہو کے بعد دونوں طرف کیا جاتا ہے (کذافی درس ترمذی ج۲ص۱۴۶)

اور حضور ﷺ کی قولی احادیث میں سجدے کا سلام سے پہلے اور بعد میں ہونا ثابت ہے، لہٰذا ان قولی احادیث کو مسنون عمل اور افضل ہونے کی حیثیت سے ترجیح حاصل ہوگی۔

(۲۴)......اور حضرت عبدالرحمٰن بن حنظلہ بن راہب سے روایت ہے:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلَّى صَلَاةَ الْمَغْرِبِ ,فَلَمْ يَقْرَأْ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى شَيْئًا .فَلَمَّا كَانَتِ الثَّانِيَةُ قَرَأَ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْقُرْآنِ ,وَسُورَةٍ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور اگر اس کے باوجود بھی اس حدیث کے ضعف پر اصرار کیا جائے، تو دوسری احادیث کی تائید کی وجہ سے اس کے حسن لغیرہ ہونے میں شبہ نہیں۔

وهـذا الحديث حجة ظاهرة للحنفية .ورواه النسائي -أيضا وأحمد فى "مسندها وابن خزيمة فى "صحيحه "ورواه البيهقي وقال :إسناده لا بأس به.

قلت :الحديث صحيح، وقولُ النسائي :مُصعَب منكر الحديث، وعُتبة ليْس بمعروف لا ينضر صحته، لأن مصعب بن شيبة الخرج له مسلم فى "صحيحه "، ووثقه ابن مَعين، وعُتبة معروف ذكره ابن حبان فى "الثقات ."(شرح ابى داؤد للعينى، كتاب الصلاة، بَاب :مَن قال بَعْد السلام)

عتبة بن محمد بن الحارث بن نوفل القرشي الهاشمي ويُقال :عقبة بن محمد..........قَال النَّسَائي فيما قرأت بخطه :عتبة ليس بمعروف وقيل :عقبة.وذكره ابنُ حِبَّان في كتاب "الثقات "(تهذيب الكمال ج۱۹ ص ۳۲۱،۳۲۲،۳۲۲)

عتبة بن محمد بن الحارث بن نوفل الهاشمي ويقال عقبة بالقاف والأول أرجح مقبول من الرابعة(تقريب التهذيب ج ۱ ص۶۵۴)

مصعب بن شَيْبَة بن جبير بن شَيْبَة بُن عثمان بن أَبى طلحة بن عبدالعزى بن عثمان بن عبدالدار القرشي العبدى المكى الحجبى..........وَقَال إسحاق بن منصور ، عن يحيى بن مَعِين : ثقة(تهذيب الكمال ج۲۸ص ۳۱،۳۲،۳۳)

وقال ابن عدى تكلموا فى حفظه وقال العجلى ثقة(تهذيب التهذيب ج۱۰ ص۱۴۷)

مصعب بن شيبة بن جبير بن شيبة بن عثمان العبدرى المكى الحجبى عن جدته أو عن عمة أبيه صفية وعنه بن جريج وثقه بن حبان(لسان الميزان، باب من اسمه مصدع ومصعب)

احتج به مسلم وغيره(تاريخ الاسلام للذهبى ج۷ص ۴۷۱)

Idara Ghufran

مَرَّتَیْنِ ,فَلَمَّا سَلَّمَ ,سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ(شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۲۵۶۳)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی، تو پہلی رکعت میں (بھولے سے بآ وازِ بلند) کوئی قرأت نہیں کی، پھر جب دوسری رکعت آئی، تو اس میں سورہ فاتحہ اور سورت کی دومرتبہ قرأت کی، پھر جب سلام پھیرا، تو سہو کے دوسجدے کئے (ترجمہ ختم)

(۲۵)......اور حضرت جعفر بن محمد اپنے والد ماجد حضرت محمد سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ عَلِيًّا قَالَ :سَجْدَتَا السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَقَبْلَ الْكَلَامِ(مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۴۴۷۲، کتاب الصلاۃ،باب فی السلام فِی سَجْدَتَيِ السَّهْوِ :قَبْلَ السَّلَامِ ، أَوْ بَعْدَهُ، الاوسط لابن المنذر حدیث نمبر ۱۶۵۸)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سلام کے بعد اور کلام سے پہلے سہو کے دوسجدے کئے (ترجمہ ختم)

(۲۶)......اور حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"سَجْدَتَا السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ "(الاوسط لابن المنذر حدیث نمبر ۱۶۵۹،شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۲۵۶۶) [۱]

ترجمہ: سہو کے دوسجدے سلام کے بعد ہیں (ترجمہ ختم)

(۲۷)......اور حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں:

صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ الزُّبَيْرِ ,فَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ ,فَسَبَّحَ الْقَوْمُ ,فَقَامَ فَأَتَمَّ الصَّلَاةَ ,فَلَمَّا سَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ السَّلَامِ .قَالَ عَطَاءٌ :فَانْطَلَقْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ,فَذَكَرْتُ لَهُ مَا فَعَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ,فَقَالَ " :أَحْسَنَ وَأَصَابَ "(شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۲۵۶۷)

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں نے دورکعت میں سلام پھیر دیا، تو مقتدیوں نے تسبیح کہہ کر یاددہانی کی، تو وہ کھڑے ہوگئے، اور نماز مکمل کی، پھر جب سلام پھیرا، تو سلام کے بعد سہو کے دوسجدے کئے۔

---

[۱] واسنادہٗ حسن(آثار السنن، کذافی اعلاء السنن ج۷ص ۱۶۱)

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے اس طرزِ عمل کا ذکر کیا، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابنِ زبیر نے اچھا اور درست کام کیا (ترجمہ ختم)

(۲۸)......اور حضرت قتادہ، حضرت انس اور حضرت حسن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

أنهما قالا فی الرجل یشک فی صلاته فلم یدر أزاد أو نقص : فلیسجد سجدتین بعدما یسلم (الاوسط لابن المنذر حدیث نمبر ۱۶۵۵، واللفظ لهٗ، مُصنف ابن أبی شیبة حدیث نمبر ۴۴۵۰)

ترجمہ: ان دونوں حضرات نے اس شخص کے بارے میں کہ جسے اپنی نماز میں شک ہوجائے، اور اسے کمی زیادتی کا پتہ نہ چلے، فرمایا کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دوسجدے کرے (ترجمہ ختم)

(۲۹)......اور حضرت ضمرہ بن سعید فرماتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ ؛ أَنَّهُ سَجَدَ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلاَمِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۴۴۷۰، کتاب الصلاة، باب فی السلام فِی سَجْدَتَیِ السَّهْوِ :قَبْلَ السَّلاَمِ ، أَوْ بَعْدَهُ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے سلام کے بعد سہو کے دوسجدے کئے (ترجمہ ختم)

(۳۰)......اور حضرت عبدالعزیز بن صہیب فرماتے ہیں:

أَنَّ أَنَسًا قَعَدَ فِی الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ فَسَبَّحُوا ، فَقَامَ فَأَتَمَّهَا أَرْبَعًا ، فَلَمَّا سَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْقَوْمِ ، فَقَالَ :إِذَا وَهِمْتُمْ فَاصْنَعُوا هَكَذَا (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۴۵۲۰، کتاب الصلاة، باب من كان يَقُولُ :فِی كُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (بھولے سے) تیسری رکعت میں بیٹھ گئے، لوگوں نے تسبیح کہہ کر یاددہانی کی، تو وہ کھڑے ہوگئے، اور چار رکعتیں پوری کیں پھر جب سلام پھیرا، تو سہو کے دوسجدے کئے، پھر (فراغت کے بعد) لوگوں کی طرف چہرہ کرکے متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ جب تمہیں وہم ہوجائے، تو تم اسی طرح سے عمل

کرو (ترجمہ ختم)

(۳۱)......اور حضرت یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں:

أَمَّنَا أَنَسُ فِي سَفَرٍ ، فَصَلَّى بِنَا الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ ، فَلَمَّا جَلَسَ فِي الثَّانِيَة نَسِيَ أَنْ يُسَلِّمَ ، فَذَهَبَ لِيَقُومَ فَسَبَّحْنَا بِهِ ، فَلَمَّا جَلَسَ سَلَّمَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيَ السَّهْوِ (مصنف ابن ابی شیبة، حدیث نمبر ۴۵۱۹ ،کتاب الصلاۃ، باب من کان يَقُولُ : فِي كُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے سفر میں ہماری امامت کی، اور ہمیں عصر کی نماز دو رکعتیں پڑھا دیں، پھر جب دوسری میں بیٹھے، تو سلام پھیرنا بھول گئے، اور تیسری کے لئے کھڑے ہونے لگے، تو ہم نے تسبیح پڑھ کر یاد دہانی کی، پھر جب بیٹھ گئے، تو سلام پھیرا، اور سہو کے دو سجدے کئے (ترجمہ ختم)

(۳۲)......اور حضرت قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں:

صَلَّى بِنَا سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ ,فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ ,فَقَالُوا :سُبْحَانَ اللهِ فَقَالَ :سُبْحَانَ اللهِ فَمَضَى ,فَلَمَّا سَلَّمَ ,سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ " (شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۲۵۶۴) [1]

ترجمہ: ہمیں حضرت سعد بن مالک (یعنی ابنِ ابی وقاص) رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، تو پہلی دو رکعتوں میں کھڑے ہوگئے، لوگوں نے سبحان اللہ کہا، تو انہوں نے بھی سبحان اللہ کہا، اور آگے نماز جاری رکھی، پھر جب انہوں نے سلام پھیرا، تو سہو کے دو سجدے کئے (ترجمہ ختم)

(۳۳)......اور امام محمد رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن حازم سے ان الفاظ میں روایت کی ہے:

امنا سعد بن مالک فقام عن الرکعتین الاولیین فسبح له القوم من خلفه

---

[1] قلت :وهذا إسناد صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين؛ غير شيخ الطحاوی -وهو سليمان بن شعيب الكِسَائی المصری-، وعبد الرحمن -وهو ابن زياد الرصَاصِی -، وهما ثقتان .وتابعه إسماعيل بن أبی خالد عن قيس بن أبی حازم(صحیح ابی داؤد للالبانی، کتاب الصلاۃ، باب من نسی أن يتشهد وهو جالس)

فسبح بهم ان قوموا قال فلم يجلس فلما قضى صلاته (سلم) وسجد بهم سجدتين(كتاب الحجة على اهل المدينة، ج ١ ص٢٢٧،باب الخطأ والنسيان والسهو)

ترجمہ: ہماری حضرت سعد بن مالک نے امامت کی،تو وہ پہلی دو رکعتوں میں کھڑے ہوگئے، ان کے پیچھے موجود لوگوں نے سبحان اللہ کہا،توانہوں نے بھی جواب میں سبحان اللہ کہا،تا کہ وہ کھڑے ہوجائیں،اور حضرت سعد بیٹھے نہیں، پھر جب نماز پوری کر لی،تو سلام پھیرا،اور سہو کے دوسجدے کئے(ترجمہ ختم)

(۳۴)......اور حضرت شعبی فرماتے ہیں:

أَنَّ سَعْدًا ، وَعَمَّارًا سَجَدَاهُمَا بَعْدَ التَّسْلِيمِ(مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ٤٤٧٦، كتاب الصلاة،باب فى السلام فِى سَجْدَتَىِ السَّهْوِ :قَبْلَ السَّلاَمِ ، أَوْ بَعْدَهُ)

ترجمہ: حضرت سعد اور حضرت عمار نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا(ترجمہ ختم)

(۳۵)......اور حضرت زہری فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِى سَلَمَةَ ؛ أَنَّهُ سَجَدَهُمَا بَعْدَ التَّسْلِيمِ(مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ٤٤٧١، كتاب الصلاة،باب فى السلام فِى سَجْدَتَىِ السَّهْوِ :قَبْلَ السَّلاَمِ ، أَوْ بَعْدَهُ)

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف (تابعی) نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے سجدے کئے(ترجمہ ختم)

(۳۶)......اور حضرت حکم فرماتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِى لَيْلَى ؛ أَنَّهُ سَهَا فَسَلَّمَ ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ، ثُمَّ سَلَّمَ (مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ٤٤٧٩، كتاب الصلاة،باب فى السلام فِى سَجْدَتَىِ السَّهْوِ :قَبْلَ السَّلاَمِ ، أَوْ بَعْدَهُ)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو نماز میں سہو ہوگیا، تو انہوں نے سلام پھیرا، پھر دوسجدے کئے، پھر سلام پھیرا(ترجمہ ختم)

(۳۷)......اور حضرت عبدالعزیز بن عمر، اپنے والد حضرت عمر کے بارے میں فرماتے ہیں:

أَنَّـهُ سَهَـا فِـى الـصَّلاـةِ بِالشَّامِ ، فَسَجَدَ سَجُدَتَيُنِ بَعُدَ التَّسُلِيمِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۴۴۸۰، کتاب الصلاة،باب فی السلام فِی سَجُدَتَیَ السَّهُوِ :قَبُلَ السَّلاَمِ ، أَوُ بَعُدَهُ)

ترجمہ: ان کوشام میں نماز میں سہو ہوگیا،توانہوں نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دوسجدے کئے (ترجمہ ختم)

(۳۸)......اور حضرت عقبہ فرماتے ہیں:

عَـنُ إِبُـرَاهِيـمَ ؛ أَنَّـهُ سَـجَـدَهُـمَـا بَعُدَ مَـا سَلَّمَ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۴۴۸۱، کتاب الصلاة،باب فی السلام فِی سَجُدَتَیَ السَّهُوِ :قَبُلَ السَّلاَمِ ، أَوُ بَعُدَهُ)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی (جلیل القدر تابعی) نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا (ترجمہ ختم)

ان قولی وفعلی احادیث اور صحابہ وتابعین کے آثار سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو واجب ہوجانے کی صورت میں قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد سلام پھیر کر سجدہ سہو کرنا چاہئے،اوراس کے بعد پھر تشہد ودعائیں پڑھ کر دوبارہ سلام پھیرنا چاہئے۔ [1]

اور بعض احادیث میں سجدہ سہو کے سلام سے پہلے کرنے کا ذکر ہے۔ [2]

---

[1] والقول بسجود السهو بعد السلام مذهب ابن مسعود، وابن عمر وانس فی آخرین من الصحابة رضوان اللهعليهم اجمعين ، وقد روى عن النبى ﷺ اخبار متظاهرة فى سجود السهو بعد السلام ، فمنها ماروى عنه فعلا ، ومنها ماروى عنه قولا وامرا ، فاماالفعل فبرواية سعد بن ابى وقاص والمغيرة بن شعبة وعمران بن حصين وابى هريرة رضى الله عنهم ان النبى ﷺ سجد سجدتى السهو بعد السلام ، فهؤلاء نقلوا حكاية فعل النبى ﷺ لسجود السهو تركنا ذكر اسانيدها لشهرتها ،روى الامر بتاخير سجود السهو عن السلام عن النبى ﷺ لفظا عبدالله بن مسعود، وعبدالله بن جعفر ، وثوبان رضى الله عنهم (شرح مختصر الطحاى لابى بكر الجصاص ج۲ص۱۳،۱۴ ، كتاب الصلاة)

[2] عَنُ أَبِى سَعِيدٍ الْخُدُرِىِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمُ فِى صَلاَتِهِ فَلَمُ يَدُرِ كَمُ صَلَّى ثَلاَثًا أَمُ أَرُبَعًا فَلُيَطُرَحِ الشَّكَّ وَلُيَبُنِ عَلَى مَا اسُتَيُقَنَ ثُمَّ يَسُجُدُ سَجُدَتَيُنِ قَبُلَ أَنُ يُسَلِّمَ فَإِنُ كَانَ صَلَّى خَمُسًا شَفَعُنَ لَهُ صَلاَتَهُ وَإِنُ كَانَ صَلَّى إِتُمَامًا لأَرُبَعٍ كَانَتَا تَرُغِيمًا لِلشَّيُطَانِ(مسلم حديث نمبر ۱۳۰۰)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

وہ بیانِ جواز پر محمول ہیں، یا پھر ان میں سلام سے مراد وہ سلام ہے، جو سجدہ سہو اور قعدہ اخیرہ کی دعائیں وغیرہ پڑھنے کے بعد دونوں طرف پھیرا جاتا ہے۔

لہٰذا دونوں قسم کی احادیث پر عمل وجمع کی صورت یہی ہے کہ سجدہ سہو سے پہلے اور بعد میں سلام پھیرنا چاہئے، پہلا سلام صرف ایک طرف، اور دوسرا سلام دونوں طرف، اور سجدہ سہو سے پہلے بھی تشہد پڑھنا چاہئے، اور بعد میں بھی۔ [1]

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۷/شعبان المعظم/۱۴۳۱ھ 20/ جولائی/2010ء

ادارہ غفران، راولپنڈی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنُ عَثْمَةَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَهَا أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ وَاحِدَةً صَلَّى أَوْ ثِنْتَيْنِ فَلْيَبْنِ عَلَى وَاحِدَةٍ فَإِنْ لَمْ يَدْرِ ثِنْتَيْنِ صَلَّى أَوْ ثَلَاثًا فَلْيَبْنِ عَلَى ثِنْتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَدْرِ ثَلَاثًا صَلَّى أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَبْنِ عَلَى ثَلَاثٍ وَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ

قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ترمذی حدیث نمبر ۳۶۴)

[1] قوله: قبل التسليم يحتمل التسليم الاول ويحتمل الثانی (التجريد للقدوری ج۲ص ۶۹۴، كتاب الصلاة)

وليس فی هذه الاخبار بيان موضع الخلاف ، لانا نقول: ان سجدتی السهو قبل السلام الثانی ، وليس فی هذه الاخبار انه سجد قبل السلام الثانی او الاول ، ومن ادعی انه سجد قبل السلام الاول، لم تثبت دعواه الا بدلالة.

بل الواجب عند اختلاف الاخبار ، حمل جميعها علی الوفاق ، دون الخلاف والتضاد (شرح مختصر الطحاوی لابی بكر الجصاص ج۲ص ۱۹، كتاب الصلاة)

ويمكن الجمع بين الاحاديث ، بان ماورد فی السجود بعد السلام يحمل علی التسليمة الواحدة وما ورد فی السجود قبل السلام يحمل علی التسليمتين ،فيكون الحاصل انه يسجد بعد السلام الواحد من غير ان يسلم معهودا وهوالتسليمتان ، والتاويل الذی قاله الاولون ليس بمتعين(حاشية اعلاء السنن ج۷ص ۱۶۵، ۱۶۶،مضمون ، مولانا حبيب احمد الكيرانوی)

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مولانا محمد ناصر

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

ٹی وی کے ذریعے تراویح میں قرآن سُننا

(بسلسلہ: سوالات وجوابات)

مؤرخہ ۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ/ ۱۱/ جولائی ۲۰۰۳ء بعد نماز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے، ٹیپ سے نقل کرنے، اور ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے انجام دی ہے، اور اب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد انہیں شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ ان خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

سوال:......ٹی وی کے ذریعے تراویح میں پڑھا جانے والا قرآن سُننے کا کیا حکم ہے؟ بہت سے لوگ اس کو ثواب سمجھتے ہیں۔

جواب:......پہلی بات تو یہ ہے کہ ٹی وی کی سکرین سے سُننے کا تعلق نہیں ہے، کیونکہ اگر ٹی وی کی سکرین پر اندھیرا کردیں، آواز آرہی ہو، لیکن نظر کچھ نہ آرہا ہو؛ یا ٹی وی کا رُخ دوسری طرف کرکے اُس کی آواز اونچی کردیں، یا ٹی وی کی سکرین پر کپڑا وغیرہ ڈال دیں، تو کیا تراویح سُن سکیں گے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ سُن سکیں گے، تو معلوم ہوا کہ ٹی وی کی سکرین سے سُننے کا تعلق نہیں ہے، ٹی وی کی سکرین تو دِکھانے کے کام آتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہاں تک ٹی وی پر نماز دِکھانے کا تعلق ہے، تو اگرچہ یہ بعض صورتوں میں گناہ نہ ہو، لیکن یہ ایسا ہی ہے جیسے محلے کی کسی مسجد میں کیمرے لگادیے جائیں، اور مسجد سے گھروں میں نماز نشر کی جائے، اب کچھ لوگ تو مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں، اور کچھ لوگ گھر میں بیٹھے ہوئے اُن کو نماز پڑھتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کو کوئی بھی ثواب بلکہ عقل مندی کا کام نہیں سمجھے گا، کیونکہ نماز پڑھنا تو شریعت کا حکم ہے، لیکن نماز پڑھنے والوں کو اس طرح دیکھنا شریعت کا حکم نہیں، اور نہ ہی اس سے مقصود نماز کی تعلیم حاصل کرنا ہے۔

اگر کسی محلے کی مسجد میں کیمرے لگے ہوئے ہوں، اور مسجد میں پڑھی جانے والی نماز ٹی وی کے ذریعے محلے

والوں کو دِکھانا شروع کردی جائے،تو جولوگ حرم شریف کی تراویح ٹی وی کے ذریعے دیکھتے اور سُنتے ہیں، وہی لوگ اسے غلط سمجھیں گے،اور کہیں گے کہ مولوی بدل گئے ہیں، کہ گھروں کے اندر مسجدوں کی نمازیں دِکھانا شروع کردیں۔

غرضیکہ لوگ اسے مہمل کام سمجھیں گے،اور کہیں گے کہ...... مسجد والوں نے یہ نیا شوشہ چھوڑ دیا ہے......نئ بدعت ڈال دی ہے...... پہلے ایسا کبھی نہیں ہوتا تھا، وغیرہ وغیرہ۔

مگر کیونکہ آج کل پوری دنیا میں حرم شریف کی تراویح نشر کرنے کا رواج ہوگیا ہے، جس میں مرد وعورت سب ہی نظر آتے ہیں، تو اس سے مانوس ہوگئے،اس لئے اس کو عجیب چیز نہیں سمجھا جاتا۔

اور یہ بھی بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ کوئی کام حرم شریف میں ہونے یا اہلِ عرب کے کرنے کی وجہ سے جائز اور اس سے بڑھ کر عبادت نہیں ہوجاتا۔زمانۂ جاہلیت میں بیت اللہ میں شرک وبت پرستی ہوتی تھی،مگر حضورﷺ نے وہاں سے اس کو ختم فرمایا، بت ہٹائے۔

مگر عجیب بات ہے کہ جن لوگوں کو خود سے تراویح ونماز پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، وہ خوب اہتمام کے ساتھ عبادت وثواب سمجھ کر حرمین شرفین کی نماز وتراویح کو ٹی وی پر دیکھتے ہیں۔

حضورﷺ اپنے دین کو کوئی عرب کے ساتھ خاص کر کے نہیں گئے، بلکہ صحابۂ کرام کے حوالے کر کے گئے، جو دین کے احکامات کی اتباع کرنے والے تھے، چاہے وہ حبشہ کے رہنے والے تھے، یا مصر کے رہنے والے تھے، یا کسی اور جگہ کے رہنے والے تھے۔

آج اہلِ عرب نے اپنا تیل باطلین کو دے دے کر اُنہیں تقویت پہنچا رکھی ہے،اور خود عیش پرستی اختیار کررکھی،جس کے نتائج آج ہر شخص کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہے۔حضورﷺ نے جفاکشی اور محنت کی تعلیم دی ہے،عیش پرستی کی تعلیم نہیں دی۔بہرحال ٹی وی میں نماز پڑھتے ہوئے لوگوں کو دِکھانا اور دیکھنا ثواب نہیں، بلکہ بعض صورتوں میں گناہ ہے،اور اگر گناہ نہ ہو،تو ایک مہمل کام تو ہے ہی،اس لئے اس کے بجائے خود سے نماز وتراویح پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

اور یہ تفصیل اس وقت ہے، جبکہ براہِ راست نشریات کو دیکھا جارہا ہو،اور کوئی دوسرا گناہ مثلاً بے پردگی وغیرہ کالازم نہ آرہا ہو،اس صورت میں آیتِ سجدہ سننے پر سجدۂ تلاوت بھی واجب ہے،اور اگر ریکارڈ شدہ پروگرام دیکھا جائے،تو یہ خود بعض اہلِ علم کے نزدیک تصویر میں داخل ہونے کی وجہ سے گناہ ہوگا۔

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیُ ذَالِکَ لَعِبُرَۃً لِّاُولِی الْاَ بُصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۱)

حضرت یوسف علیہ السلام کا نسب نامہ

حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے، حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔

گویا کہ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے والد بھی اللہ تعالیٰ کے جلیلُ القدر نبی، آپ کے دادا بھی جلیل القدر نبی، اور آپ کے پردادا بھی اللہ تعالیٰ کے جلیلُ القدر نبی ہیں۔

چنانچہ بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ أَتْقَاهُمْ لِلَّهِ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللَّهِ ابْنُ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنِ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنِ خَلِيلِ اللَّهِ (بخاری حدیث نمبر ۳۱۳۱، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله تعالی لقد کان فی یوسف وإخوته آیات للسائلین)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ تمام انسانوں میں اللہ کے ہاں مکرم کون ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو، کہا گیا کہ ہم اس بارے میں آپ سے سوال نہیں کررہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم اللہ تعالیٰ کے ہاں یوسف ہیں، جو اللہ کے نبی ہیں، اور اللہ کے نبی (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے بیٹے ہیں، وہ (یعقوب علیہ السلام) بھی اللہ کے نبی (حضرت اسحاق علیہ السلام) کے بیٹے ہیں، جو (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اللہ کے خلیل کے بیٹے ہیں (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ منقول ہیں:

Idara Ghufran

"الْـكَرِيمُ ابْنُ الْكَرِيمِ ابْنِ الْكَرِيمِ ابْنِ الْكَرِيمِ يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى الله عَلَيْهِمْ "(مسند احمد حديث نمبر ۵۷۱۲)

ترجمہ: (بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ) کریم، جو کریم کے بیٹے، اور کریم کے پوتے، اور کریم کے پڑپوتے ہیں، یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں (ترجمہ ختم)

یوسف عربی زبان کا لفظ نہیں، بلکہ عجمی لفظ ہے، جس کا مطلب ہے، حزن وافسوس (یعنی حزن والا) کیونکہ گھر سے بے گھر ہوکر اور والد محترم سے بچھڑ کر بیسیوں سال دونوں باپ، بیٹا حزن وغم میں مبتلا رہے، خصوصاً حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی والد سے بچھڑنے کے بعد ابتلاء وآزمائشوں کی جولانگاہ بنی رہی، تا آنکہ مصر کے تخت پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تخت نشین کردیا۔ [۱]

گزرے ہیں کائنات کے ہر امتحان سے ہم ۔۔۔ تولے گئے ہیں چمن میں بہار وخزاں سے ہم

آپ کی والدہ کا نام تاریخی روایات میں راحیل بنتِ لابان ملتا ہے، جو حضرت یعقوب علیہ السلام کی دوسری بیوی تھیں۔

آپ کا ایک حقیقی بھائی بھی تھا، جس کا نام بنیامین بتایا جاتا ہے، پہلی بیوی سے بھی آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھی، ان میں جو بیٹے تھے، ان کی تعداد دس تھی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بارہ بیٹوں میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ زیادہ محبت تھی، اور اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پیشانی کا چمکتا ہوا نورِ نبوت پہچان لیا تھا، اور وحیِ الٰہی کے ذریعہ سے ان کو اس (نبی ہونے) کی اطلاع بھی مل چکی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ بچپن ہی سے حضرت یوسف علیہ السلام کی دماغی اور فطری استعداد دوسرے بھائیوں کے مقابلہ میں بالکل جدا اور نمایاں تھی۔ (جاری ہے......)

---

[۱] و (يُوسُفَ) علـم أعـجـمى لا عربى مشتق من الأسف وسمى به لأسف أبيه عليه ، أو أسفه على أبيه .أو أسف من يراه على مفارقته لمزيد حسنه كما قيل ، وإلا لا نصرف لأنه ليس فيه غير العلمية ولا يتوهمن أن فيه وزن الـفـعـل أيـضاً إذ ليس لنا فعل مضارع مضموم الأول .والثـالـث ، وكـذا يقال فى يونس ، وقرىء بفتح السيـن وكسـرهـا عـلـى مـا هـو الشـائع فى الأسماء الأعجمية من التغيير لا على أنه مضارع بنى للمفعول أو لـلفاعل من آسف لأن القراء ة المشهورة شهدت بعجميته ولا يجوز أن يكون أعجمياً وغير أعجمى قاله غير واحـد لـكن فى الصحاح أن يعفر ولد الأسود الشاعر إذا قلته بفتح الياء لم تصرفه لأنه مثل يقتل (تفسير روح المعانى، تحت آيت ۳)

طب وصحت

جناب مسعود احمد برکاتی

وقت کام اور توانائی

صبح پانچ بجے آپکی آنکھ کھل گئی، مگر آپ نے سوچا کے ابھی تو گنجایش ہے، ابھی کیا جلدی ہے اور آپ اٹھ بیٹھنے کے بجائے لیٹے رہے، لیکن نہ نیند آئی اور نہ آپ نے بستر چھوڑا، ایک گھنٹہ اسی بے آرامی اور بے کامی میں گزر گیا، ایک گھنٹے میں کئی کام ہو سکتے تھے، عبادت سے فارغ ہو سکتے تھے، صحت کیلئے چہل قدمی کر سکتے تھے، اخبار پڑھ سکتے تھے اور پھر اپنے کام کی جگہ وقت پر پہنچ کر ہلکے ذہن سے کام نمٹا سکتے تھے۔

وقت کے ضیاع کی یہ ایک مثال ہے، اسی طرح نا معلوم ہم کتنا وقت بے دھیانی اور ناسمجھی میں ضائع کر دیتے ہیں اور شکایت یہ کرتے ہیں کہ وقت نہیں ملتا، ورنہ ہم نا جانے کیا کچھ کر ڈالتے اور کہاں سے کہاں پہنچتے، لیکن کام کرنے والے، کارنامے انجام دینے والے، کامیاب اور بامراد لوگ یہ شکایت نہیں کرتے، انکے پاس بھی یہی چوبیس گھنٹے ہیں، جو ہم سب کے پاس کے ہیں، لیکن وہ ان سے پورا پورا کام لیتے ہیں اور اسی وقت میں کام کر کے کامیاب و کامران ہوتے ہیں، جب کہ زیادہ تر لوگ انکو اسی طرح ضائع کرتے ہیں، جس طرح مندرجہ بالا مثال سے اندازہ ہوتا ہے۔ صبح سستی یا گومگو میں تھوڑا سا وقت ضائع کرنا انسان کو دن بھر نفسیاتی طور پر " کمزور " رکھتا ہے۔ وقت پر یا وقت سے چند منٹ پہلے کام شروع کر دینا یا کام کی (دفتر، دکان یا میٹنگ میں) پہنچ جانا اعتماد اور مستعدی بخشتا ہے۔

انسان کی صلاحیت کار چوبیس گھنٹے یکساں نہیں رہتی۔ کچھ گھنٹے آپکی صلاحیت کار کم ہوتی ہے اور کچھ گھنٹے ایسے ہوتے ہیں، جن میں صلاحیت، مستعدی اور یکسوئی عروج پر ہوتی ہے۔ اپنے ان اوقات کار کو پہچانیے۔ اگر آپ غور کرتے رہیں تو کچھ عرصے میں آپکو یہ اوقات معلوم ہو جائیں گے۔ اپنے کاموں کو ان اوقات یا گھنٹوں کے اعتبار سے ترتیب دیجیئے۔ نوعیت کے لحاظ سے کام کئی قسم کے ہوتے ہیں (۱) خود کرنے یا کسی کو تفویض کرنے کا کام (۲) مطالعہ (کتب، اخبارات، رودادیں، کاروائیاں، مراسلات، اشتہارات، نئی اسکیمیں، مقابل اداروں کی رپورٹیں یا پروگرام وغیرہ) (۳) مستقبل کیلئے دستاویزات اور ریکارڈ محفوظ کرنے کا کام۔

خود کرنے یا کسی کو تفویض کرنے کے کاموں کو اولیت دیجیے۔ میز پر انکو سامنے رکھیے، دوسری قسم کے دونوں

کاموں کے کاغذات کو الماری میں رکھیے۔اس طرح آپکا ذہن بار بار کاغذاتی ڈھیروں میں نہیں بھٹکے گا اور آپ یکسو ہو کر بہت سا کام تیزی سے کم وقت میں پورا کر لیں گے۔اپنی میز پر صرف ضروری، اہم اور فوری کاغذات رکھیے۔ پہلے سے پروگرام طے کیجئے۔اگر آپکو کسی نئی جگہ جانا ہو،مگر آپکے پاس نقشہ نہ ہو تو اس نئی جگی پہنچنے میں آپکا کتنا وقت ضائع ہوگا۔ایک کاغذ پر دن بھر میں کرنے کے کاموں کی فہرست بنائیے۔یہ چند منٹ آپکے کئی گھنٹے بچائیں گے اور ذہن کو کام کے بوجھ سے بھی محفوظ رکھیں گے۔اگر فہرست زیادہ طویل نہ ہو تو جو کام سب سے اہم ہے،اسے پہلے اور باقی کام اسی طرح ترجیح وار لکھ کر سامنے رکھ لیجئیے۔اگر کاموں کی تعداد بہت زیادہ ہو تو فہرست کو چند حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصے کو الگ کاغذ پر لکھ لیجئیے۔ان کاغذوں کو اہمیت اور عجلت کے لحاظ سے اوپر تلے رکھ لیجئے۔کامیابی اور زیادہ کام کیلئے زیادہ وقت صرف کرنا ہی واحد طریقہ نہیں ہے۔

تنظیم کار کے ذریعے سے آپ کم وقت میں زیادہ کام کر سکتے ہیں اور ذہنی دباؤ اور تناؤ سے بھی محفوظ رہ کر توانائی بچا سکتے ہیں۔صحیح معنوں میں کامیاب وہ لوگ ہیں جو اپنی ذمہ داریوں کو بھی نبھاتے ہیں اور بڑے کارنامے انجام دینے کے ساتھ اپنے خانگی زندگی کو بھی پورا وقت دیتے ہیں۔ٹیلی فون اور بن بلائے ملاقاتی بھی کاموں میں خلل ڈال کر تسلسل کو توڑ دیتے ہیں اور وقت کا خاصہ حصہ کھا جاتے ہیں۔یہ بڑا نازک مسئلہ ہے۔ایک طرف اخلاق آڑے آتا ہے تو دوسری طرف اوقات کار برباد ہوتے ہیں۔بڑی سمجھداری اور توازن سے کام لینے کی ضرورت ہے۔اگر ممکن ہو تو ملاقاتی صاحب کو کسی اور وقت آنے کے لئے کہئے۔آئندہ کیلئے وقت آپ انکو بتائیں،ان پر نہ چھوڑیں۔وقت اپنی سہولت کو دیکھ کر دیں،ورنہ معذرت کرتے ہوئے مختصر ملاقات کیجیے اور پھر ذہن کو یکسو کر کے اپنے کاموں میں لگ جائیے۔آپ خود بھی کسی سے وقت طے کیے بغیر ملنے نہ جائیے۔ایک بہت بڑے آدمی نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ اپنے کمرے کا دروازہ ادھ کھلا رکھتا تھا۔اس میں آنے والوں کیلئے یہ پیغام تھا کہ: "میں مصروف ہوں،لیکن آپ کا کام بہت ضروری ہے تو تھوڑی دیر کے لیے آجائیے"

میں کبھی کبھی ایک تدبیر یہ کرتا ہوں کہ کسی صاحب کا کارڈ آئے،اور ملنا بہت ضروری ہو،تو خود اٹھ کر کمرے سے باہر آکر ان سے کھڑے کھڑے بات کر لیتا ہوں،اس طرح وقت ان کی مرضی پر نہیں چھوڑتا۔

اسی طرح ہنری فورڈ کی سوانح سے میں نے ایک سبق یہ سیکھا ہے کہ کوئی چھوٹی موٹی ہدایت دینی ہو،تو اپنے

کسی رفیق کار کو بلانے کے بجائے خود ان کے پاس چلا جاتا ہوں، اس طرح ان کو میرے پاس زیادہ بیٹھنے کا موقع نہیں ملتا۔

ملنے والے بعض وقت اتنا ظلم کرتے ہیں کہ آپ کے وقت سے ان کو فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے، آپ کو نقصان ضرور پہنچ جاتا ہے، بعض وقت یہ بھی ہوتا ہے کہ صبح جو کاغذ میں نے پڑھنے یا لکھنے کے لئے سامنے رکھا، وہ شام تک یونہی رکھا رہا، اور مجھے چند منٹ کی یکسوئی نہ ملی، اس کام کے علاوہ دوسرے کام اور دوسروں کے کام ہوتے رہے۔

اکثر خواتین شکایت کرتی ہیں کہ جس دن ان کے مرد گھر پر ہوتے ہیں، وہ اپنے معمول کے کام انجام نہیں دے پاتیں، اکثر مرد اس کو نہیں سمجھتے، اور نہیں مانتے، ان کے خیال میں انہوں نے تو اپنی خاتون سے کوئی خاص کام نہیں لیا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ معمولی کاموں، مثلاً چائے، پانی وغیرہ دینے سے ہی خواتین کے کاموں میں خاصا خلل پڑ جاتا ہے، جس کا اندازہ صرف ان کو ہی ہوتا ہے، یہی مثال دفتر میں چند منٹ کے لئے ملاقتیوں کی خلل اندازی کی ہے، جب آپ بہت ضروری کام کر رہے ہوں، تو فون کا رسیور اٹھا کر نیچے رکھ دیجئے، اور اپنے موبائل کو آف کر دیجئے، یا اپنے کسی معاون کے پاس رکھ دیجئے کہ وہ نام اور فون نمبر نوٹ کر کے آپ کو دے دیں، بعد میں آپ جوابی کال کر سکتے ہیں۔

فون پر گفتگو کو مختصر کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ اس طرح کے جملے کہیں ''اچھا تو فون بند کرنے سے پہلے میں یہ واضح کر دوں کہ...... یا یہ کہ ''بہتر ہے شکریہ، یہ بات طے ہوگئی''

کسی سے ملنے جائیں تو احتیاطاً پڑھنے کی کوئی چیز ضرور ہاتھ میں رکھ لیں، ممکن ہے کہ انتظار میں یا درمیان میں آپ کو وقت ملے، اس وقت وہ کتاب یا رپورٹ پڑھ کر آپ وقت کو کام میں لا سکتے ہیں۔

مسلسل کام سے آدمی تھک جاتا ہے، اور رفتار کافی کم ہو جاتی ہے، اس لئے وقفہ ضروری ہے، دن کے بیچ میں چند منٹ کا قیلولہ انجن میں تازہ ایندھن کا کام کرتا ہے، قیلولے کی روایت قدیم ہے، لیکن جدید سائنس نے بھی صحت وراحت کے لئے قیلولے (Siesta) کی اہمیت تسلیم کی ہے، دن کی چند منٹ کی نیند رات کی گھنٹوں کی نیند کے برابر سکون وراحت دیتی ہے، اور صحت کے لئے بہت مفید ہے، لیکن اس سے رات کی نیند کی اہمیت کو کم نہیں سمجھنا چاہئے، رات کو پوری نیند لینا تو بہر حال ضروری ہے، دن کو چند منٹ ذہن کو خالی کر کے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑنے (Relaxation) سے توانائی بحال ہو جاتی ہے، اور ذہن تازہ

ہوجاتا ہے، اگر دن کو لیٹنے کا موقع کسی طرح نہ ملے تو دس منٹ تک باری باری اتھلے اور گہرے سانس لیں، اور بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیں، کمرے سے باہر نکل کر تھوڑی دیر چہل قدمی بھی مفید ہے۔

دوران کام بعض دوسرے کام یاد آ جاتے ہیں اور ذہن کی یکسوئی ختم کرنا چاہتے ہیں، اس طرح جو کام آپ کر رہے ہوں، اس میں زیادہ توانائی اور وقت لگ جاتا ہے، اس کے لئے میں یہ کرتا ہوں کہ وہ کام جو یکا یک یاد آیا ہو، ایک چٹ پر اشارۃً لکھ کر رکھ لیتا ہوں، اس طرح پریشان خیالی ختم ہوجاتی ہے، ذہن یکسو ہوجاتا ہے، کام ختم کرنے کے بعد یادداشت کی مدد سے دوسرے کام کر لیتا ہوں۔

کسی کام کے لئے وقت نہ ملتا ہو، تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ صبح سے ہر گھنٹے میں سے ۵ منٹ نکالئے، یہ سمجھ لیجئے کہ اس دن ہر گھنٹہ ۵۵ منٹ کا ہے، اور جو کام گھنٹے بھر کرنا ہے، یا گھنٹہ بھر میں کرنا ہے، اسے ۵۵ منٹ میں پورا کیجئے، اس طرح کام خود بخود تیز ہوگا، اور مطلوبہ کام کے لئے وقت نکل آئے گا، یعنی اس دن کے بارہ گھنٹے گویا کہ تیرہ گھنٹے بن گئے۔

وقت بچانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مختلف بل جمع کرانے کے لئے آخری تاریخ کا انتظار نہ کیجئے، کیونکہ آخری تاریخوں میں بل جمع کرانے والوں کی قطار لمبی ہوجاتی ہے، اس لئے چند دن پہلے ہی بل ادا کر کے وقت اور توانائی بچایئے، اسی طرح کہیں جانے کے لئے ٹریفک کے ہجوم کے اوقات کے بجائے مقابلۃً کم آمدورفت کے اوقات منتخب کیجئے، اس طرح وقت بھی بچے گا، اور تھکن کم ہوگی۔

اگر مسلسل کام کے دباؤ اور ذہنی تناؤ سے تھکن یا اکتاہٹ ہونے لگے، تو پھر آپ کام میں ایک دن کا ناغہ کر دیں یا تناؤ اور تھکن بہت زیادہ ہو، تو چند دن کے لئے دوسرے شہر چلے جائیں، واپسی پر آپ یقیناً تازگی محسوس کریں گے، اور صلاحیت کار میں اضافہ بھی۔

وقت اس طرح بہتا ہے کہ جس طرح چھلنی میں سے پانی، اس لئے وقت کے معاملے میں مسلسل چوکنے رہنے کی ضرورت ہے، اگر ہم منٹوں کی طرف سے بے پروائی برتتے رہے، یا بے مقصد صرف کرتے رہے، تو گھنٹے نہیں دن، سال بلکہ پوری زندگی کھپ جائیگی، منٹوں کی قدر کیجئے، گھنٹے، دن اور سال خود محفوظ ہوجائیں گے۔

(بشکریہ ''ہمدردِ صحت'' شمارہ ۷، جلد ۷۸، رجب المرجب ۱۴۳۱ھ، جولائی 2010ء)

اخبارِ ادارہ　　　　مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب و روز

☐......جمعہ ۱۲/ ۱۹/ ۲۶/ رجب و ۳/ شعبان متعلقہ مساجد میں وعظ و مسائل کی نشستیں ہوئیں۔

☐......۱۹/ رجب بعد مغرب مسجد غفران میں مفتی عبدالکریم صاحب اور جناب ڈاکٹر عمار صاحب زید مجدہما (آئی اسپشلسٹ ، ریلوے ہسپتال، راولپنڈی) کے چھوٹے بھائی کا مسنون نکاح حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم نے پڑھایا۔

☐......۲۶/ رجب جمعہ حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم مع اہلِ خانہ سفر پر تھے، مسجد امیر معاویہ میں حضرت جی کی نیابت میں بندہ امجد نے جمعہ پڑھایا۔

☐......۷/ ۱۴/ ۲۸/ رجب اتوار، بعد عصر کی ہفتہ وار اصلاحی مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہی۔

☐......۱۴/ رجب اتوار، بندہ امجد مع اہلِ خانہ رخصت پر کراچی روانہ ہوا، ۲۵/ رجب منگل کو واپس ادارہ پہنچے۔

☐......۱۹/ رجب جمعہ جناب حکیم محمد فیضان صاحب زید مجدہ کراچی تشریف لے گئے، ۲۰/ رجب کو آپ نے اپنے برخوردار جناب مولوی محمد فرحان سلمہ کے دورہ حدیث سے فراغت کے موقع پر جامعہ دارالعلوم کراچی میں ختمِ بخاری کی تقریب میں شرکت کی، ان کی دعوت پر بندہ امجد کو بھی اس مبارک مجلس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، ۲۱/ رجب اتوار کو دارالعلوم کراچی میں برخوردار مولوی محمد فرحان کی دستار بندی کی تقریب میں بھی شرکت کی، کراچی میں جناب فیضان صاحب شدید علیل ہوئے، آئندہ جمعہ ۲۶/ رجب کو واپس راولپنڈی پہنچے، ہفتہ بھر یہاں بھی علالت کا سلسلہ رہا، اللہ تعالیٰ شفائے کاملہ عطا فرمائیں۔

☐......۲۹/ رجب پیر کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم، جناب حکیم فیضان صاحب کی عیادت کے لئے ان کے دولت کدہ پر (ائر پورٹ ہاؤسنگ سوسائٹی) تشریف لے گئے، جناب مفتی محمد یونس صاحب، مولوی طارق محمود صاحب، مولوی محمد ناصر صاحب، اور بندہ امجد بھی حضرت جی کے ہمراہ تھے۔

☐......۲۵/ رجب جمعرات شام کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم بمع اہلِ خانہ اپنے برادرِ نسبتی جناب قاری مولوی فضل الحکیم صاحب زید مجدہٗ کے دولت کدہ (بحریہ ٹاؤن) پر تشریف لے گئے، قاری صاحب موصوف نے عشائیہ پر آپ کو مدعو کیا تھا۔

﴿بقیہ صفحہ ۹۵ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21 جون 2010ء بمطابق ۸ رجب 1431ھ: پاکستان: ایرانی تنظیم جنداللہ کے سربراہ عبدالمالک ریگی کو پھانسی **22 جون**: پاکستان: افغانستان ہیلی کاپٹر تباہ، حملوں اور بم دھماکوں میں 9 غیرملکی فوجی ہلاک **23 جون**: پاکستان: وفاق زرعی ٹیکس نہیں لگاسکتا، خدمات پر سیلز ٹیکس صوبوں کا حق ہے، وزیرخزانہ **24 جون**: پاکستان: پالیسی پر تنقید مہنگی پڑ گئی، افغانستان میں امریکی کمانڈر میکرسٹل فارغ **25 جون**: پاکستان: پی پی 160 غیرحتمی نتائج کے مطابق ن لیگ کے سیف الملوک کامیاب سرگودھا سے گرفتار 5 امریکیوں کو قید وجرمانے کی سزا **26 جون**: پاکستان: حکومت کا مقامی قرضہ 46 کھرب 133 ارب تک پہنچ گیا **27 جون**: پاکستان: امریکا سے 3 ایف 16 طیارے شہباز ایئربیس پہنچ گئے، آج فضائیہ کے حوالے کئے جائیں گے **28 جون**: پاکستان: افغان جنگ مشکل ہو رہی ہے سی آئی اے، طالبان سے جلد مذاکرات کئے جائیں، برطانوی فوج سربراہ **29 جون**: پاکستان: حیدرآباد گیس ٹینک پھٹنے سے ہولناک تباہی، 18 افراد جاں بحق، 55 سے زائد زخمی **30 جون**: پاکستان: نیب کا صدر کے خلاف ریفرنسز واپس لینے کا فیصلہ **یکم/جولائی**: پاکستان: آئی ایم ایف کے کہنے پر بجلی مہنگی، پٹرولیم قیمتوں میں معمولی کمی **2 جولائی**: پاکستان: داتا دربار میں دھماکے 40 افراد جاں بحق، 200 سے زائد زخمی **3 جولائی**: پاکستان: لاہور حملے، مرنے والوں کی تعداد 43 ہو گئی، سرچ آپریشن کے دوران متعدد افراد گرفتار **4 جولائی**: پاکستان: حکومت طالبان سے مذاکرات کرے نواز شریف، وزیراعظم کا رابطہ قومی کانفرس بلانے پر اتفاق **5 جولائی**: پاکستان: وزیراعظم کے زیرصدارت دہشتگردی کے خلاف پالیسی اجلاس آج ہوگا **6 جولائی**: پاکستان: تیمرگرہ سکاؤٹس چھاؤنی پر خودکش حملہ ناکام، سیکورٹی اہلکار کی جوابی کاروائی میں 4 بمبار مارے گئے، 2 گاڑیاں تباہ **7 جولائی**: پاکستان: پیپلز پارٹی پنجاب نے خواجہ شریف کے خلاف ریفرنس سپریم کورٹ بھجوادیا **8 جولائی**: پاکستان: پاکستان اور چین کے درمیان 2 معاہدوں اور 4 مفاہمتی یادداشتوں پر دستخط، چین 5 کروڑ یوآن امداد دے گا **9 جولائی**: پاکستان: چشمہ کینال کھولنے پر سندھ کا شدید احتجاج، ارسا کی تنظیم نو کا فیصلہ **10 جولائی**: پاکستان: مہمند ایجنسی پولیٹیکل ایجنٹ کے دفتر پر خودکش حملہ 70 جاں بحق **11 جولائی**: پاکستان: مہمند میں اموات 107 ہوگئیں، وزیرستان اور کرزئی میں 40 عسکریت پسند، 3 اہلکار جاں بحق **12 جولائی**: پاکستان: چشمہ جہلم کینال کھولنے کا تنازع حل کرنے کیلئے وزیراعظم نے کل

اجلاس طلب کرلیا ☚ **13 جولائی:** پاکستان: لاہور سیشن جج کا تبادلہ نہ ہونے پر وکلاء مشتعل، عدالتوں کی تالی بندی کی کوششیں، ججوں پر پتھراؤ ☚ **14 جولائی:** پاکستان: وزیراعظم کے زیر صدارت اجلاس، صوبوں میں پانی تنازع طے، چشمہ لنک کینال بند کرنے کا فیصلہ ☚ **15 جولائی:** پاکستان: وفاقی کابینہ حج کرائے میں 9 ہزار روپے کمی، 2 ارب 27 کروڑ روپے کا رمضان پیکج منظور ☚ **16 جولائی:** پاکستان: 18 ویں ترمیم کیس عدالت گزشتہ فیصلوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام تنازعات حل کرے گی، چیف جسٹس ☚ **17 جولائی:** پاکستان: تیراہ کوہاٹ، بم دھماکوں میں 10 افراد جاں بحق 19 زخمی ☚ **18 جولائی:** پاکستان: سرگودھا خودکش دھماکے میں 2 افراد جاں بحق، 18 زخمی ☚ **19 جولائی:** پاکستان: لاہور، گڑھی شاہو اور بیگم کوہاٹ میں یکے بعد دیگرے دھماکے، 8 افراد زخمی ☚ **20 جولائی:** پاکستان: پنجاب اسمبلی، افغان ٹرانزٹ ٹریڈ معاہدے میں بھارت کو رعایت دینے پر شدید ہنگامہ۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۳ ''اخبارِ ادارہ''﴾

- ......۴/شعبان ہفتہ مولوی محمد فرحان صاحب امتحانات سے فراغت پاکر کراچی سے راولپنڈی پہنچے، دورہ حدیث تک درسیات کی تکمیل ہوکر آپ کا تعلیمی سلسلہ مکمل ہوا، جو آپ کے خاندان خصوصاً والدین کے لئے بڑی خوشی کا موقعہ اور سعادت کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات کے لئے برخوردار کو قبول فرمائیں۔
- ......۴/شعبان ہفتہ، شعبہ کتب کے وسطانی امتحانات شروع ہوئے، جو ایک ہفتے تک جاری رہیں گے۔
- ......۵/شعبان اتوار، جملہ قرآنی شعبہ جات (بشمول حفظ) بنین وبنات کے سالانہ امتحانات منعقد ہوئے۔
- ......۶/شعبان، سوموار بندہ امجد کا محترم عمران صاحب کی دعوت پر ان کے مدرسۃ البنات میں خواتین کے لئے ۴۰ روزہ سمر کورس کے اختتام پر بیان کے لئے جانا ہوا، بیان کے بعد شرعی مسائل کی تفصیل نشست ہوئی۔